سپریم کورٹ آف انڈیا کے تاریخی فیصلے

manupatra®
AWAAZ
JUSTICE adda

منصوبے کے بارے میں

سپریم کورٹ نے آئینی قانون، ماحولیاتی قانون، لیبر اصلاحات، صنف اور جنسیت، عوامی فرائض کے کے مسائل،بچوں کے حقوق اور بہت سے دوسرے شعبوں میں کچھ تاریخی فیصلے کیے ہیں۔
ان فیصلوں نے عوامی گفتگو کو متاثر کیا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ وکلاء، اصلاح پسندوں اور کارکنوں کی نسلوں کو متاثر کیا ہے، اور تمام لوگوں تک انصاف رسائی میں اہم کردار ادا کیا ہے۔
اس منصوبے کا مقصد آسان اور قابلِ فہم زبان میں مقدمات کے خلاصے کا ترجمہ تیار کرنا ہے جو ان مسائل کی حمایت اور وضاحت کرسکے جو شہریوں کی روزمرہ کی زندگی کو متاثر کرتے ہیں۔
تاریخی مقدموں کا یہ مجموعہ منوپاترا اور جسٹس اڈا کی جانب سے انگریزی زبان میں ۲۰۱۹ میں وجود میں آیا اور شائع کیا گیا۔ انصاف رسائی کو مزید ممکن بنانے کے لیئے ، اسے آواز اِنشِیٹو (پہل) کے ذریعہ سے 5 مزید زبانوں ، ہندی ، بنگالی ، اردو ، مراٹھی اور ملیالم کے تحت دوبارہ پیش کیا جارہا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ ہم دیگر علاقائی زبانوں میں بھی اس کو شائع کرنے کی کوشش کریں گے۔
یہ مجموعہ سادہ تحریروں اور مثالوں کے ذریعے قانونی مسائل پر روشنی ڈالتا ہے۔ اس امید کے ساتھ کہ قانونی زبان کو ایک آسان زبان میں پیش کیا جاسکے تاکہ اپنے حقوق کی جانکاری حاصل کرنے میں دلچسپی رکھنے والے لوگ استفادہ کرسکے۔ اس حوالے سے حکومت اور سپریم کورٹ دونوں کی حالیہ کوششیں قابل ستائش ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ ہم اس مجموعے کے ذریعے قانونی گفتگو کو قابلِ فہم بنانے میں اپنا کردار ادا کریں گے۔

منصوبے کے بارے میں

مقدمات کی اس سیریز کو سدھارتھ پیٹر ڈ سوزا، شیفالی کورڈیرو، ریا لوپیز، اپرنا مرہو ترا اور وتسلا پانڈے نے انجام دیا ہے۔ ہم تمام علاقائی زبانوں میں ڈیزائن سپورٹ کے ساتھ ہماری مدد کرنے کے لئے رچیت شرما کا شکریہ ادا کرنا چاہتے ہیں۔

اردو ٹیم

اردو زبان میں اس مجموعے کو تیار کرنے میں محمد حسنین رضا اور انکی مضبوط ٹیم رشا فاطمہ، زرک جبیں، مبشر انور اور محمد عالم نے اہم کردار ادا کیا۔ ہم پروگرام سپروئزر روہت شرما کے شکر گزار ہیں جنہوں نے اس منصوبے کو انجام دینے میں کو کسر نہیں چھوڑی۔

جسٹس اڈا کے بارے میں

جسٹس اڈا ایک لیگل ڈیزائن سوشل وینچر ہے جو یونیورسٹیوں، لیگل پبلشرز، ہیومن رائٹس کمپینرز اور لیگل ٹیک کمپنیوں کے ساتھ مل کر کام کرتا ہے تاکہ لوگوں کو مواد، ڈیزائن اور ٹیکنالوجی کے حل فراہم کرکے قانون کو سمجھنے اور استعمال کرنے کے لئے بااختیار بنایا جاسکے۔

منوپاترا کے بارے میں

منوپاترا ایک ہندوستان کا معروف آن لائن قانونی، تحقیقی پلیٹ فارم ہے جو سال 2000 سے قانون اور ٹکنالوجی کہ مدد سے قانونی تحقیق کو آسان بنانے میں گامزن ہے۔

آواز کے بارے میں

آواز انیشی ایٹو ایک منصوبہ ہے جس کا تصور روہت شرما نے ہندوستانی قوانین اور قانون سازی کو شہریوں کے لئے قابل رسائی بنانے کے لئے کیا ہے۔ اس کا مقصد علاقائی زبانوں میں سماجی و قانونی گفتگو کو جمہوری بنانا اور قانون سازوں اور شہریوں کے درمیان قانونی خواندگی میں فرق کو ختم کرنا ہے۔ ہم مرحوم پروفیسر سمناد بشیر کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہتے ہیں جنھوں نے ہمیں قانونی تعلیم تک رسائی کو بہتر بنانے کا راستہ دکھایا۔

اعترافات

ہم خاص طور پر پرینکا، اروشی اگروال اور منوپاترا کی پوری ٹیم کا ان کی غیر متزلزل حمایت کے لئے شکریہ ادا کرنا چاہتے ہیں۔ ہم جسٹس اڈا ٹیم سے نومی جوس کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہتے ہیں جنھوں نے تمام تر تعاون کیا، لاکٹپس ٹیم کے تنوج کالیا اور یوتھ کی آواز ٹیم کے انشول تیواری کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہتے ہیں جنھوں نے اس منصوبے کی پوری حمایت کی اور اسکو پائے تکمیل تک پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا۔

تجاویز اور آراء

یہ مجموعہ علاقائی زبانوں میں قانونی علم کو زیادہ قابل رسائی بنانے کی طرف ابتدائی قدم ہے ہم سمجھتے ہیں کہ اس اِی بُک میں بعض صورتوں میں پیچیدہ قانونی اصطلاحات اب بھی استعمال کی گئیں ہیں کیونکہ ان اصطلاحات میں علاقائی زبان میں قابلرسائی اصطلاحات موجود نہیں ہیں ۔ اگر آپ کو اس مجموعہ میں کوئی غلطی نظر آتی ہے یا آپ ہمیں ہمارے مقصد میں مدد کرنا چاہتے تم برائے کرم awaaz@youthkiawaaz.com اور thejusticeadda@gmail.com پر ہم سے رابطہ کریں ۔ ہم اس مجموعے کے آنے والے ایڈیشنز میں آپ کی آراء کو شامل کرنے کی کوشش کریں گے۔

انڈیکس

۱۔اے کے گوپالن بمقابلہ ریاست مدراس ۶

۲۔آئی سی گولکناتھ بمقابلہ ریاست پنجاب ۱۰

۳۔ایچ ایچ مہاراجادھیراجا مدھا راؤ بمقابلہ یونین آف انڈیا ۱۴

۴۔ کیشوا نند بھارتی بمقابلہ رےاست کےرالا ۱۸

۵۔ ایڈیگاانامہ بمقابلہ ریاست آندھرا پردیش ۲۲

۶۔ محترمہ اندراگاندھی بمقابلہ محترم راج ناراین اور دوسرے ۲۶

۷۔منیکا گاندھی بمقابلہ یونین آف انڈِیا ۳۰

۸۔نندنی ستھپتھی بمقابلہ پی ایل ڈانی ۳۴

۹۔حسینارہ خاتون بمقابلہ ہوم سیکرٹری، ریاست بہار ۳۷

۱۰۔سُنیل بترا بمقابلہ دہلی انتظامیہ ۴۱

۱۱۔منروا ملز بمقابلہ یونین آف انڈیا ۴۵

۱۲۔بچن سنگھ بمقابلہ ریاست پنجاب ۴۹

۱۳۔ایس پی گپتا بمقابلہ یونین آف انڈیا ۵۳

۱۴۔بندھومکتی مورچہ بمقابلہ اتحان ہندوستان ۵۶

۱۵۔شیلا برسے بمقابلہ ریاست مہاراشٹر ۶۰

۱۶۔اولگا ٹیلس اور دیگر بمقابلہ بمبئی منسپل کارپوریشن ۶۴

۱۷۔محمد احمد خان بمقابلہ شاہ بانو بیگم اور دیگر ۶۸

۱۸۔گاؤں کی مختلفات اور حقوق کینڈرا مقابلہ ریاست اُتر پردیش ۷۱

۱۹۔میری رائے بمقابلہ ریاست کیرالہ ۷۴

۲۰۔اندرا ساہنی اور اورس بمقابلہ یونین آف انڈیا ۷۸

۲۱۔اننی کرشنن بمقابلہ ریاست آندھرا پردیش ۸۲

۲۲۔ ایس آر بومائی بمقابلہ یونین آف انڈیا ۸۵

۲۳۔ سرلا مدگل بمقابلہ یونین آف انڈیا ۸۹

۲۴۔موحترم بودھی ستوا گوتم بمقابلہ موہترما سبھراچکرورتی ۹۲

۲۵ ڈی کے باسوی بمقابلہ ریاست مغربی بنگال ۹۶

۲۶۔ ایل چیدر کمار بمقابلہ اتحاد ہندوستان ۱۰۱

۲۷ وشاکا بمقابلہ ریاست راجستھان ۱۰۳

۲۸ سمتھا بمقابلہ ریاست اآندھراپردیش ۱۰۶

۲۹-ونیت نارائن بمقابلہ یونین آ ف انڈیا ۱۰۸

۳۰-چیئرمین ریلوے بورڈ بمقابلہ چندریما داس ۱۱۲

۳۱-نرمدا بچاؤ آندولن بمقابلہ یونین ۱۱۶
۳۲-ایم سی مہتا بمقابلہ کمل ناتھ ۱۲۳
۳۳ یونین آف انڈیا بمقابلہ ایسوسی ایشن فار ڈیموکریٹک ریفارم ۱۲۷
۳۴-سابقہ کپتان ہریش اپل بمقابلہ یونین اوف انڈیا و دیگر ۱۳۰
۳۵-پی یو سی ایل بمقابلہ یونین آف انڈیا ۱۳۴
۳۶- رامیشور پرساد بمقابلہ یونین آف انڈیا ۱۳۸
۳۷ سوامی شردھانند بمقابلہ ریاست مہاراشٹر ۱۴۲
۳۸ سیلوی بمقابلہ ریاست کرناٹک ۱۴۴
۳۹ ارونا رام چندر شانباگ بمقابلہ یونین آف انڈیا ۱۴۷
۴۰-سوسائٹی فور اَنْ ایڈیڈ پرائیویٹ اسکول آف راجستھان بمقابلہ یونین آف انڈیا ۱۵۱
۴۱-نوورتس اے جی بمقابلہ یونین اوف انڈیا ودیگر ۱۵۴
۴۲ للی تھامس بمقابلہ یونین آف انڈیا ۱۵۶
۴۳-ریاست مہاراشٹر و دیگر بمقابلہ ہندوستانی ہوٹل اور رستوران اسوسیشن ۱۶۰
۴۴-شہری آزادی کے لے عوامی اتحاد اور دوسرے بمقابلہ اتحاد ہندوستان اور دوسرے ۱۶۳
۴۵-ابھے سنگھ بمقابلہ ریاست اتر پردیش اور دوسرے ۱۶۵
۴۶-شتروگن چوہان اور دیگر بمقابلہ یونین اوف انڈیا ۱۶۷
۴۷-نیشنل لیگل سروسز اتھارٹی بمقابلہ یونین آف انڈیا ۱۷۰
۴۸-کامن کاز بمقابلہ یونین آف انڈیا ۱۷۳
۴۹-شریا سنگھل بمقابلہ یونین آف انڈیا ۱۷۷
۵۰-سپریم کورٹ ایڈوکیٹ اون ریکارڈ بمقابلہ یونین آف انڈیا ۱۸۲

manupatra®

JUSTICE adda

۱۔اے کے گوپالن
بمقابلہ
ریاست مدراس

MANU/SC/0012/1950

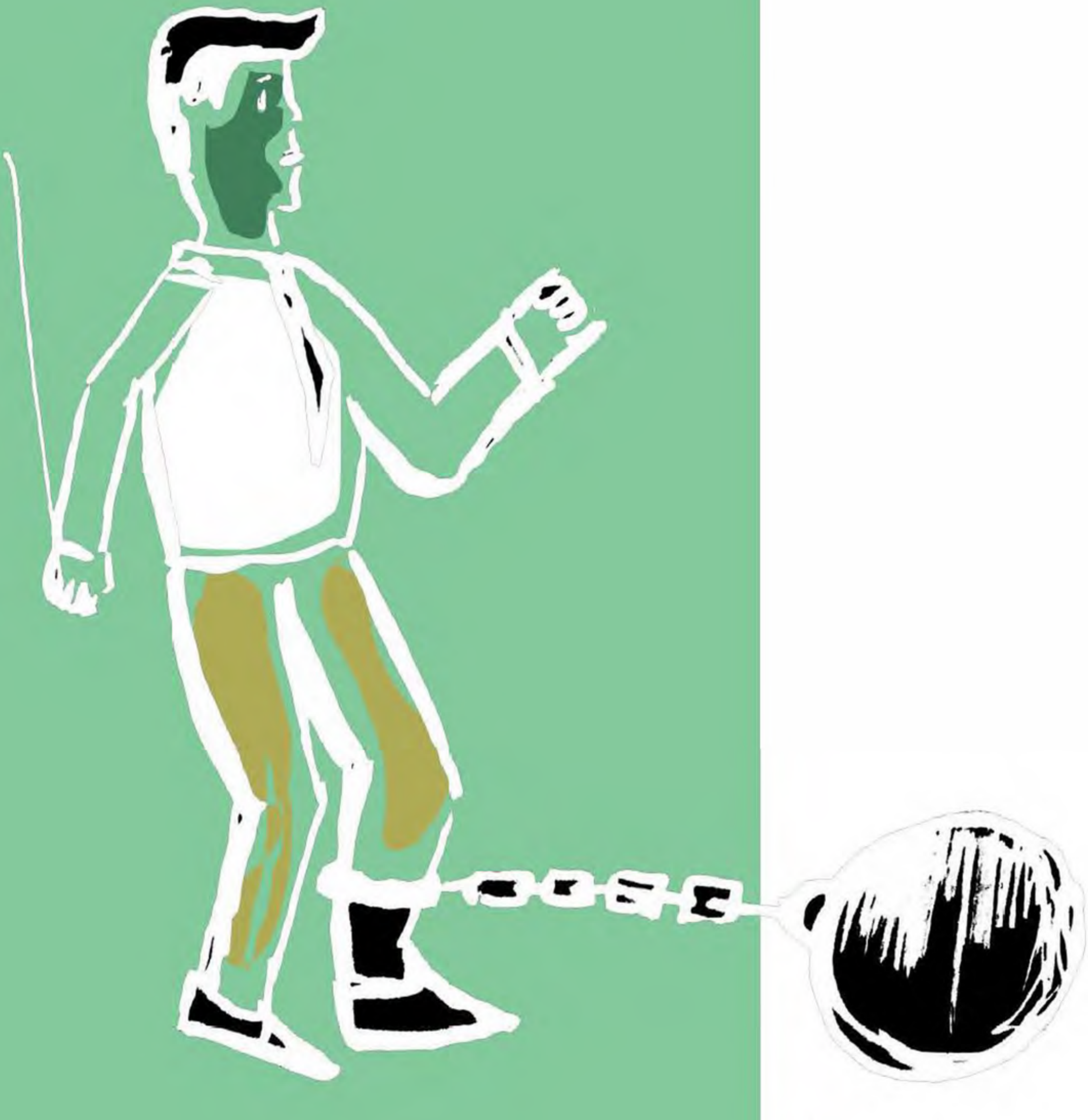

پس منظر

- درخواست گزار کو پریونٹو ڈٹینشن ایکٹ،۱۹۵۰[[Preventive Detention Act کے تحت حراست میں لیاگیا تھا۔

- اس ایکٹ میں جرم کے ممکنہ ارتکاب کو روکنے کے لیے پہلے سے ایک کارروائی کی جاتی ہے۔ اس طرح روک تھام کی کارروائی اس شبہ کی بنیاد پر کی جاتی ہے کہ متعلقہ شخص کی طرف سے کچھ غلط کام کیے جا سکتے ہیں۔

- درخواست گزار نے احتیاطی حراستی سے رہائی کے لیے آئین کے آرٹیکل ۳۲ کے تحت درخواست دی تھی، اس بنیاد پر کہ یہ ایکٹ آئین کے آرٹیکل ۱۳، ۱۹، ۲۱ اور ۲۲ کی خلاف ورزی کرتا ہے اور اس کے نتیجے میں یہ الٹرا وائرس(دائرہ اختیار کے باہر) تھا اور اس لیے اس کی احتیاطی حواست غیر قانونی تھی

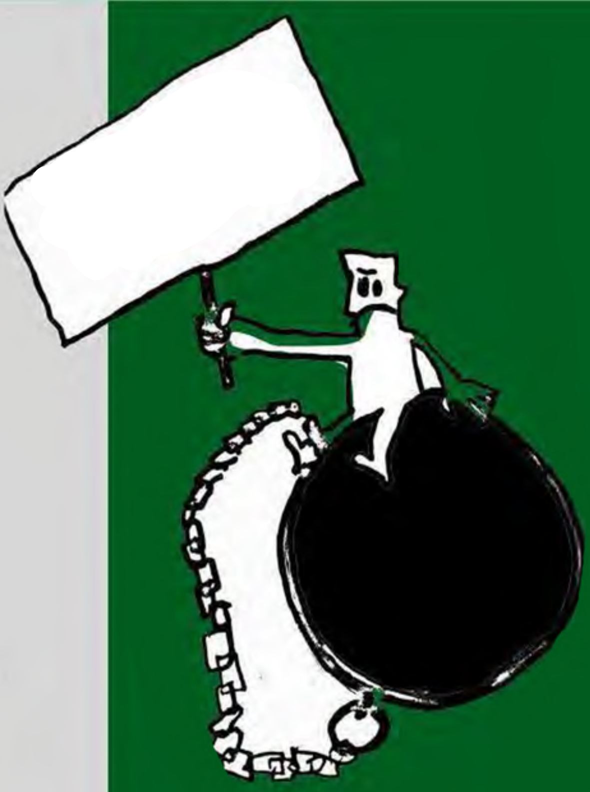

قانونی سوالات

کیا پروینٹو ڈٹینشن ایکٹ،۱۹۵۰ [Preventive Detention Act] ان بنیادی حقوق کی خلاف ورزی کرتا ہے جن کی ضمانت درج ذیل ہے۔

- ۱۳(بنیادی حقوق سے متصادم یا ان کی توہین کرنے والا قانون)۔
- ۱۹(آزادی کا حقْ)
- ۲۱ (زندگی اور آزادی کا حق)
- ۲۲(گرفتاری اور نظربندی کے خلاف تحفظ آئین کا ہے اور اس لیے کالعدم ہے)

فیصلہ

- عدالت نے کہا کہ پرونٹو ڈٹینچن ایکٹ آئین کے آرٹیکل ۱۹ کے تحت دی گئی آزادی کے حق کو ختم نہیں کرتا۔

- آرٹیکل ۱۹ کو آرٹیکل ۲۱ سے الگ کرتے ہوئے، عدالت نے کہا کہ آرٹیکل ۲۱ کے ذریعہ فراہم کردہ تحفظ فطرت میں زیادہ عام ہے، جبکہ آرٹیکل ۱۹ خاص طور پر صرف ہندوستان کے شہریوں کو حقوق دیتا ہے جبکہ آرٹیکل ۲۱ تمام افراد پر لاگو ہوتا ہےآرٹیکل ۲۱ کی دوبارہ تشریح کرتے ہوئے، عدالت نے کہا کہ آرٹیکل ۲۱ میں "قانون کے ذریعہ قائم کردہ طریقہ کار" کے الفاظ "مقررہ عمل" سے مختلف ہیں جیسا کہ یونائیٹڈ سٹیٹ کے آئین میں اسی طرح کے پروویژن کا3 ذکر کیا گیا ۔

تیسرا، عدالت نے کہا کہ آرٹیکل ۲۲ پارلیمنٹ کو یہ اختیار دیتا ہے کہ وہ احتیاطی حراست کے موضوع پر قانون سازی کرے۔ اسی آرٹیکل کی شق ۴ تا ۷ احتیاطی حراست سے متعلق قوانین پر کچھ پابندیاں لگاتی ہیں۔

کسی بھی قابل عمل قانون کے تحت تجویز کردہ کسی بھی طریقہ کار کو اس وقت تک باطل قرار نہیں دیا جا سکتا جب تک کہ وہ آرٹیکل ۲۲ (۴) سے (۷) کے خلاف نہ ہو۔

آخر میں، عدالت نے کہا کہ آرٹیکل ۱۹، ۲۱، اور ۲۲ باہمی طور پر خصوصی ہیں آرٹیکل ۱۹ ایسے قانون پرلاگو نہیں ہونا چاہیے جو شخصی آزادی کو متاثر کرے جس پر آرٹیکل ۲۱ لاگو ہوتا ہے۔

زندگی اور شخصی آزادی کو متاثر کرنے والے قانون کو صرف اس وجہ سے غیر آئینی قرار نہیں دیا جا سکتا کہ اس میں مناسب عمل کی پیروی نہیں کی گئی یا قدرتی انصاف کے اصولوں کی کمی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آرٹیکل ۲۱، قابل قانون ساز کے خلاف کوئی تحفظ فراہم نہیں کرتا۔

manupatra®

JUSTICE adda

٢-آئی سی گولکناتھ
بمقابلہ
ریاست پنجاب

MANU/SC/0029/1967

پس منظر

گولک ناتھ خاندان کے پاس ۵۰۰ ایکڑ کھیتی اراضی تھی جس میں سے حکومت کا موقف تھا کہ وہ پنجاب سیکیورٹی اینڈ لینڈ ٹینور ایکٹ (Punjab Security and Land Tenure Act, 1935) ۱۹۳۵ کے مطابق صرف ایک خاص رقم رکھ سکتے ہیں۔ خاندان نے بھارتی آئین کے آرٹیکل ۳۲ کے تحت اس بنیاد پر درخواست دائر کی کہ ان کے بنیادی حقوق آرٹیکل ۱۹ کے تحت جائیداد حاصل کرنے اور کسی بھی پیشے پر عمل کرنے کی تردید کی گئی اور پنجاب ایکٹ کو شیڈول میں رکھنے کی ترمیم انتہائی غلط تھی۔

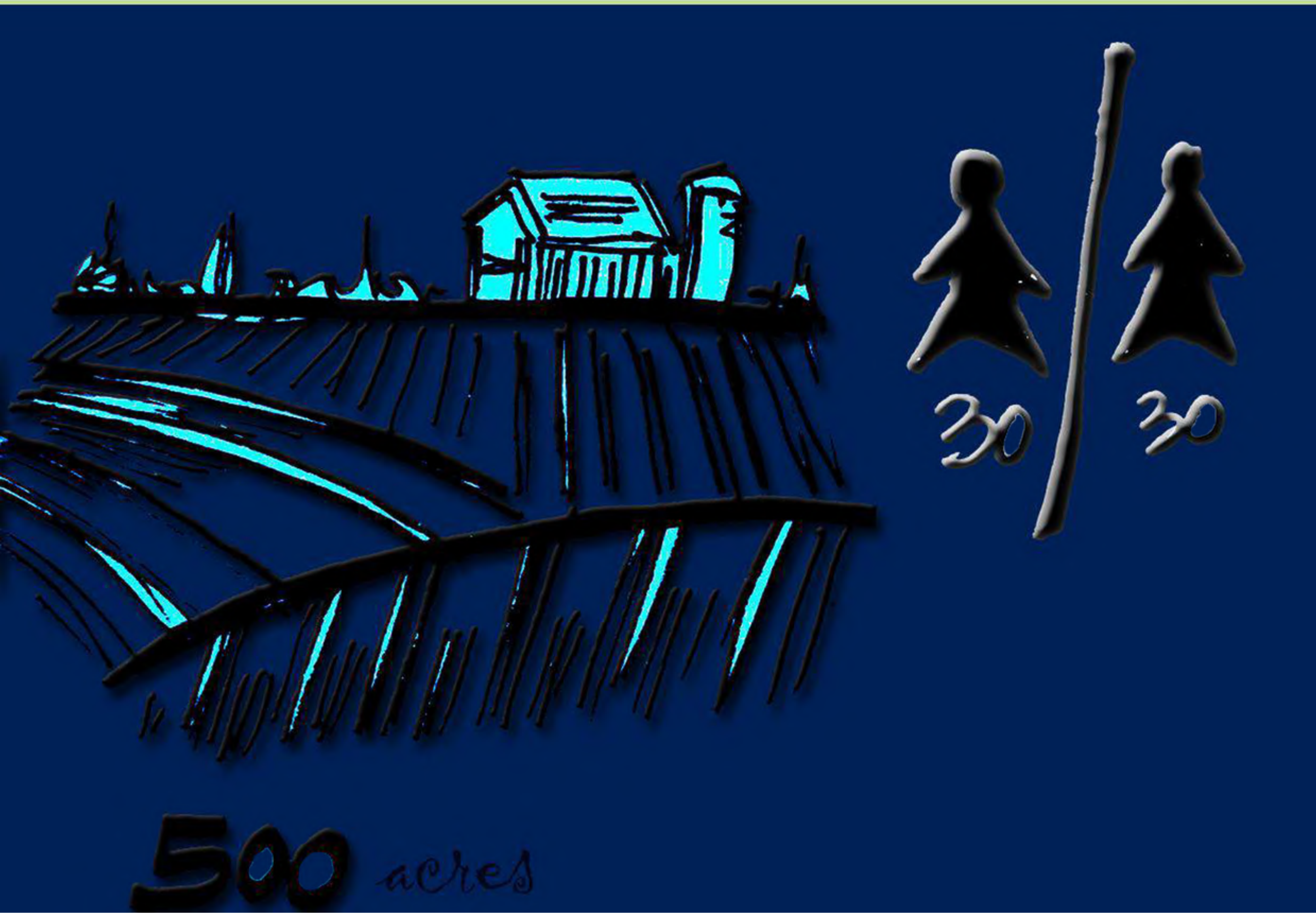

قانونی سوالات

- کیا آرٹیکل ۱۳(۲) کے تحت ترمیم ایک "قانون" ہے ، جو بنیادی حقوق کی خلاف ورزی کرنے والے قوانین کو روکتا ہے؟
- بنیادی حقوق میں ترمیم ہو سکتی ہے یا نہیں؟

فیصلہ

آئین کا آرٹیکل ۳۶۸محض ترمیم کے طریقہ کار پر مشتمل ہے۔ پارلیمنٹ کی ترمیمی طاقت آرٹیکل ۲۴۵، ۲۴۶ اور ۲۴۸ کی دفعات سے نکلتی ہے جو اسے قانون بنانے کا اختیار دیتی ہے۔

ہر ترمیم ایک قانون ہے اور اسے آئین کے آرٹیکل ۱۳(۲) میں موجود درستگی کے امتحان سے گزرنا ہے۔ بنیادی حقوق کوچھیننے والی یا کم کرنے والی ترمیم باطل ہے۔

عدالت نے کہا کہ "بنیادی حقوق انسانی شخصیت کی نشوونما کے لیے ضروری بنیادی حقوق ہیں۔ یہ وہ حقوق ہیں جو انسان کو اپنی زندگی کو اپنی مرضی کے مطابق ترتیب دینے کے قابل بناتے ہیں۔ بنیادی حقوق میں اقلیتوں، اچھوت اور دیگر پسماندہ طبقات کے حقوق بھی شامل ہیں۔بنیادی حق کا اعلان کرنے کے بعد، ہمارا آئین کہتا ہے کہ آئین کے آغاز سے فوراً پہلے ہندوستان کی سرزمین پر نافذ تمام قوانین، جہاں تک وہ مذکورہ حقوق سے آئین ریاست کو یہ بھی حکم دیتا ہے کہ وہ کوئی ایسا قانون نہ بنائے جو مذکورہ حقوق کو سلب کرتا ہو یا اس میں تخفیف کرتا ہو اور ایسے قوانین کو، اس حد تک کہ عدم مطابقت کی حد تک، کالعدم قرار دیا جائے۔ جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، آئین کے آرٹیکل۱۹ میں دی گئی آزادی پر صرف ایک ہی حد ہے جو عوام کے مفادات میں ایک معقول پابندی کے طور پر کام کرنے والے ایک درست قانون کے ذریعے عائد کی گئی ہے۔ لہذا، یہ دیکھا جائے گا کہ ہمارے آئین کے تحت بنیادی حقوق کو ایک ماورائی حیثیت دی گئی ہے اور انہیں پارلیمنٹ کی پہنچ سے باہر رکھا گیا ہے۔

۳۔ایچ ایچ مہاراجادھیراجا مدھا راؤ
بمقابلہ
یونین آف انڈیا
MANU/SC/0050/1970

پس منظر

آزادی کے پہلے ہندوستان کے رقبے کا ۴۸ فیصد سے زیادہ اور آبادی کا تقریباً ۲۸ فیصد حصہ شاہی ریاستوں پر مشتمل تھا۔

آزادی کے بعد ان ریاستوں کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ ہندوستان یا پاکستان کے ساتھ مل جائے یا آزاد رہیں۔ہندوستان کے ساتھ الحاق کے بدلے میں شہزادوں کو پرائیو پرس دیا جانا تھا۔

پرائیوی پرسز کو ختم کرنے اور ٹائٹل کی باضابطہ شناخت کی تحریک۱۹۷۰ میں پارلیمنٹ کے سامنے لائی گئی تھی۔ یہ لوک سبھا میں منظور ہوئی لیکن راجیہ سبھا میں ایک ووٹ سے ہار گئی۔

چند گھنٹے بعد ہندوستان کے اس وقت کے صدر، وی وی گری نے تمام حکمرانوں کی پہچان واپس لینے کے ایک دستاویز پر دستخط کیے۔ اس حکم کو سپریم کورٹ آف انڈیا میں چیلنج کیا گیا تھا۔

آرٹیکل ۳۲ کے تحت رٹ پٹیشن دائر کی گئی تھی جس میں صدر کے حکم پر سوالیہ نشان لگایا گیا تھا اور عدالت سے درخواست کی گئی تھی کہ پرائیو پرس کے خاتمے کے علان کو آئین کے خلاف اور باطل قرار دیا جائے۔

درخواست گزاروں کا موقف تھا کہ پرائیو پرس کو ختم کرنا جائیداد اور ذاتی آزادی سے محرومی کے مترادف ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ حکومت نے فرض شناسی کی خلاف ورزی کی ہے۔

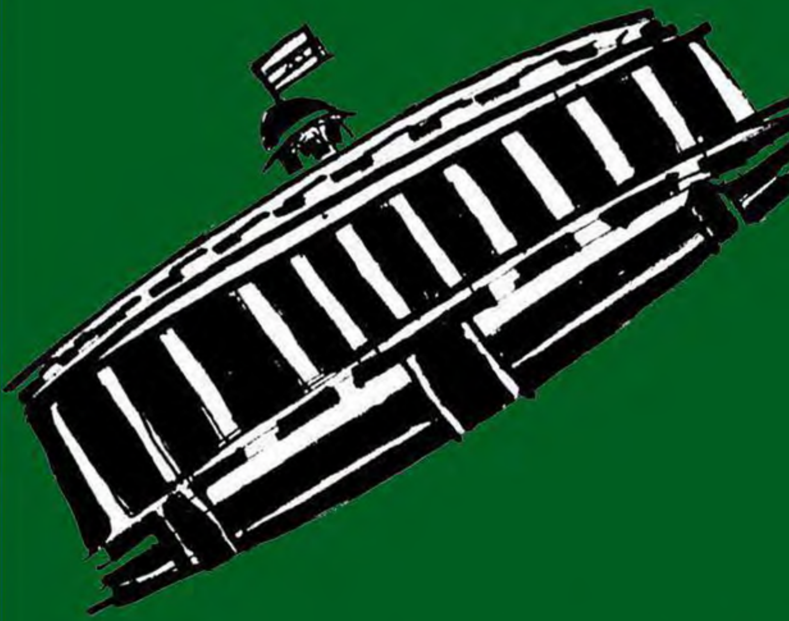

قانونی سوالات

- قانون کا پہلا سوال صدر کے عمل کی درستگی پر ہے۔
- قانون کا دوسرا سوال یہ تھا کہ کیا حکومت نے اپنی خودمختاری کواستعمال کرتے ہوئے کام کیا اور کیا یہ آرٹیکل ۳۶۳کے تحت عدالت کو کسی بھی قسم کی ریلیف فراہم کرنے میں مداخلت کرنے سے روکتا ہے۔

فیصلہ

پہلے اس سوال کو حل کرنے میں کہ کیا عدالت کے پاس اس طرح کے مقدمے کی سماعت کرنے کا دائرہ اختیار ہے اور کیا حکومت ایک اعلیٰ طاقت کے استعمال میں کام کر سکتی ہے، عدالت نے کہا کہ "ہندوستان کے شہری کے خلاف کوئی بالادستی نہیں ہو سکتی اور آج کے حکمران اتنے طاقتور نہیں ہیں جتنے وہ تھے۔وہ دوسرے شہریوں کی طرح ہندوستان کے شہری ہیں حالانکہ کچھ مراعات اور پرائیو پرس کے ساتھ جو دوسرے شہریوں کو نہیں ملتا۔یہ تاریخ کا ایک حادثہ ہے اور ان کی دستور ساز اسمبلی میں ہندوستانی عوام کی رضامندی سے۔وہ طاقت جو استعمال کی گئی ہے۔ لہٰذا، ان کے خلاف آئین اور قوانین کے تحت انصاف کیا جانا چاہیے نہ کہ بالادستی کے مضحکہ خیز نظریے کا استعمال کرتے ہوئے"۔

صدر کے ایکٹ پر تبصرہ کرتے ہوئے عدالت نے کہا کہ صدر نے آئین کی خلاف ورزی کی ہے- جب فوری معاملے میں، پارلیمنٹ نے آئین میں ترمیم کرنے سے انکار کر دیا، تو صدر کے اختیارات کو ایگزیکٹو کارروائی کے ذریعے اس حد تک نہیں ہے- آئین سے آرٹیکل ۲۹۱، ۳۶۲ اور ۳۶۶ (۲۲) کو حکمرانوں کو سنے بغیر ہٹانے کی کوشش قدرتی انصاف کے قبول شدہ اصولوں کی خلاف ورزی ہے-

آئین کی بالادستی کے بارے میں بات کرتے ہوئے عدالت نے آخر میں کہا،

"ہم مزید یہ سمجھتے ہیں کہ صدر کو آئین سے زیادہ کسی سیاسی طاقت کے ساتھ سرمایہ کاری نہیں کی جاتی ہے، جسے وہ شہریوں کے تعصب کے لیے آئین کے مطابق استعمال کر سکتے ہیں- صدر کے اختیارات آئین سے نکلتے ہیں اور اسی میں انکے وضاحت ہے-"

manupatra®

JUSTICE adda

۴-کیوانند بھارتی
بمقابلہ
ریاست کیرالہ

MANU/SC/0445/1973

پس منظر

سوامی شری ایچ ایچ شری کیشوانندبھارتی،ایڈنر مٹھ’کے سربراہ نے کیرالا حکومت کے دو اسٹیٹ لینڈ ریفورم ایکٹ[State Land Reform Acts] کے تحت اپنی جائدات کے انتظام پر پابندیا لگانے کی کوششوں پر داوا کیا-ایک درخواست آرٹیکل ۲۶ کے تحت دائر کی گئی تھی، جس میں حکومتی مداخلت کے بغیر مذہبی ملکیت کی جائداد کا انتظام کرنے کے حق سے متعلق بات کی گئی تھی-

۱۹۷۱-۷۲ میں آئین کو ترمیم کیا گیا جس کے نتیجے میں درج ذیل ایکٹ کو نوی فہرست[schedule]میں دلخل کیا گیا :

- .کیرالا لینڈ ریفورمس ایکٹ (ترمیم)ایکٹ،۱۹۶۹ Kerala [Land Reforms[Amendment] Act-
-.کیرالا لینڈ ریفورمس ایکٹ (ترمیم)ایکٹ، Kerala۱۹۷۱ [Land Reforms[Amendment] Act-

پھر درخواست گزار نے آئین ترامیم کو چیلنج کرنے کے لیے اضافی بنیاد پر رٹ کی درخواست[writ petition] دائر کی-

قانون کے سوالات-

آرٹیکل ۱۳(۲)(ریاست پر ایسے قانون پر روک لگاتا ہے جو بنیادی حقوق[Fundamental Rights] پر روک لگائے)کے علاوہ آئین کے آرٹیکل ۳۶۸ کے ذریعے حاصل کردہ ترمیمی اختیارات کی کیا حد ہے؟

فیصلہ۔

سپریم کورٹ نے گولکھناتھ بمقابلہ ریاست پنجاب کا جاہذاہ لیا اور ۲۴، ۲۵، ۲۶اور۲۹ ترمیم کی درستی پر غور کیا۔کیس کو ۱۳ ججوں کی آئینی بینچ نے سنا۔سختی سے منتخم ۷-۶کے فرق سے لئے گئے فیصلے میں عدالت نے کہا کی ہلانکہ پارلیمنٹ کے پاس وسیع اختیارات ہیں لیکن اس کے پاس آئین کی بنیادی عناصر یا بنیادی خصوصیات کو تباہ یا برباد کرنے کا اختیار نہیں ہے۔

- سپریم کورٹ نے گولکھناتھ بمقابلہ ریاست پنجاب کا جاہذاہ لیا اور ۲۴، ۲۵، ۲۶اور۲۹ ترمیم کی درستی پر غور کیا۔کیس کو ۱۳ ججوں کی آئینی بینچ نے سنا۔ سختی سے منتخم ۷-۶کے فرق سے لئے گئے فیصلے میں عدالت نے کہا کی ہلانکہ پارلیمنٹ کے پاس وسیع اختیارات ہیں لیکن اس کے پاس آئین کی بنیادی عناصر یا بنیادی خصوصیات کو تباہ یا برباد کرنے کا اختیار نہیں ہے۔

- . گولکھناتھ بمقابلہ ریاست پنجاب،۱۹۴۳ [جس کانتیجا تھا کی بنیادی حقوق پارلیمنٹ کے ترمیمی اختیارات سے باہر ہیں]کو مستردکر دیا گیا۔
. آئین[چوبیس ترمیمی] ایکٹ،۱۹۷۱[Constitution [24th (amendment) Act][جس نے پارلیمنٹ کو آئین کے کسی بھی حصے میں ترمیم کرنے کا اختیردیا ہے]کو درست قرار دیا۔

- . ترمیم شدہ آرٹیکل ۳۶۸،درست تھا لیکن اس نے پارلیمنٹ کو آئین کے بنیادی ڈھانچے کو بدلنے کا اختیار نہیں دیا۔تاہم عدالت نے کسی بھ جامع اندازمیں یہ نہیں بتایا کہ بنیادی ڈھاچا کیا ہے ،سوائے اس کے کہ کچھ ججوں نے چند مثالیں دی ہیں۔آرٹیکل۳۱Cکی ترمیم کو غلط قرار دیا گیا۔

ایچ-آر - کھننا،جے

آئین دروازہ نہیں راستا ہے-آئین کے مسودے سے یہ شعور ہے کے چیزیں ٹھہرتی نہیں ہیں بلکہ آگے بذھتی رہتی ہیں ، یہی ایک ترقی پسند قوم کی بحثیت فتد زدگی ہے،یہ جامد اور جمودنہیں بلکہ متحرک اور تابناک ہے- اس لئے آئین میں انتظامیہ کے کام میں تجربے کے لئے کافی فراہمی ہونا چاہئے-اس پر زور دینے کی ضرورت ہے کہ آہین تیز جدیدیت کا دستاویز نہیں ہے بلکہ لوگوں کی زندگی کو تررییب دینے کا ذریعہ ہے-

ایس-ایم- سیکری ،سی-جے

آئین کے ہر شق میں ترمیم کی جا سکتی ہے بشرطیہ کہ اس کے نتیجے میں آئین کا بنیادی ڈھانچا اور بنیاد وہی رہے- بنیادی ڈھانچا مندرجہ ذیل خصوصیات پر مشتمل کہا جا سکتا ہے:

. آئین کی بالادستی [Supremacy of constitution]
. حکومت کی جمہوری[Democratic]
. آئین کا لادینی کردار[Secular Character]
. مقننہ[Legislature]
،انتظامیہ [Executive]
اور عدلیہ[Judiciary]
طاقتوں میں علیحدگی
. آئین کا وفاقی کردار

مندرجہ بالا ساخت بنیادی ڈھانچے پر بنایا ہے یعنی فرد کے وقار اور آزادی پر-یہ سب سے ذیادہ اہمیت کا حامل ہے-یہ کسی بھی قسم کی ترمیم سے تباہ نہیں ہو سکتا-

۵۔ایڈیگاانامہ
بمقابلہ
ریاست آندھرا پردیش

MANU/SC/0128/1974

پس منظر۔

اس کیس میں اپیل کنندہ [Appellant]کو ایک عورت اور اسکے بچے کے قتل کے جرم میں مجرم قرار دے کر سزائے موت سنائی گئی۔

تسلیم شداہ پس منظر کے مطابق، اپیل کنندہ کے ایک شخص کے ساتھ ناجائز تعلقات تھے جس کے تعلقات مقتول کے ساتھ بھی تھے۔

اس حقیقت کے دریافت ہونے پر اپیل کنندہ نے عورت اور اسکی بیٹی کا قتل کر دیا۔ ٹرایل کورٹ نے اپیل کنندہ کو مجرم پایا اور اسے موت کی سزا

سنائی جس کی آندھرا پردیش کے ہائی کورٹ نے تصدیق کی۔

سپریم کورٹ میں مجرمانہ اپیل لگائی گئی۔

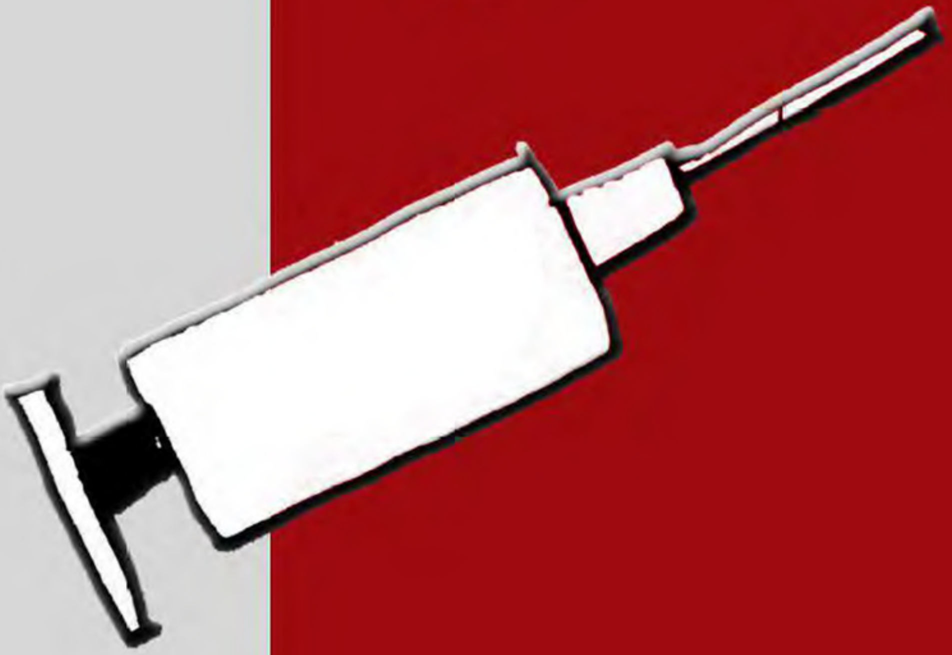

قانون کے سوالات

موجودہ کیس میں سوال نچلی کورٹ کی طرف سے سینائی گئی موت کی سزا کے بارے میں تھا اور کیا کسی سماجی دباو کی وجہ سے سزا کم کی گئی ہے؟

فیصلہ۔

سپریم کورٹ نے اپیل کنندہ کی سزا کو برقرار رکھا۔
عدالت نے کہا کہ سزا کا فیصلہ کرتے وقت مجرم سے متعلق سماجی اور ذاتی عناصر کا جائئزہ لینا ضروری ہے تاکہ کسی بھی سزا کے اصلاحی اور عبرتی کردار میں توازن پیدا کیا جا سکے۔

مکمل تور پر سزائے موت کے خاتمے کے حق میں ہوئے بغیر عدالت نے مانا کہ عمر قید کی سزا زیادہ انسانی سزا ہے۔

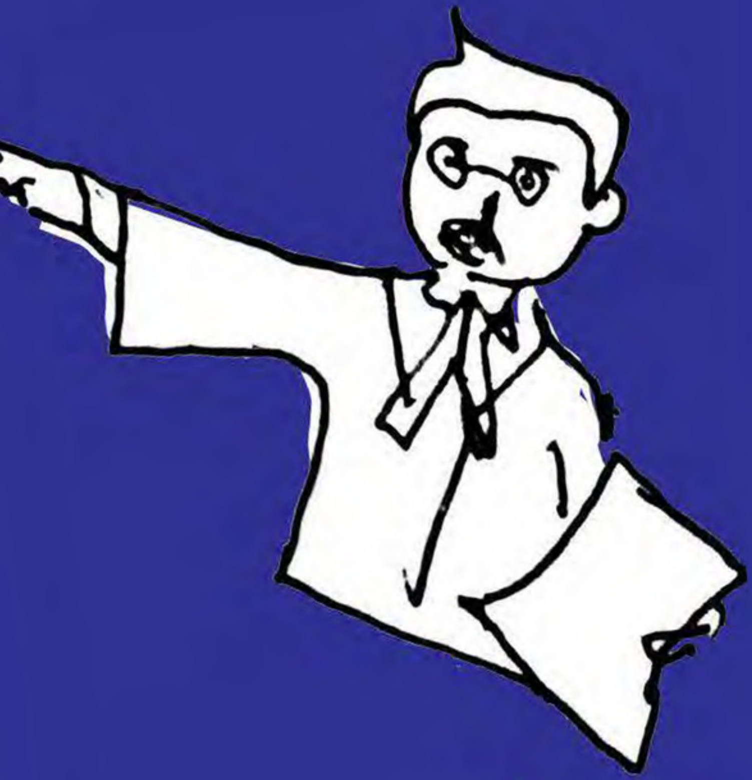

سزا سناتے وقت کم کرنے والے عناصر پر غور کیا جائے:

- . کیا ملزم بہت چھوٹا یا بڑا تو نہیں۔
- . کیا ملزم نے کسی سماجی معاشی یا نفسیاتی مجبوری کے تحت کیا ہے ، جو کانونی رعایت کو متوجہ یا جرم کو کم نہیں کرتا۔
- . کیا کوئی سماجی دباو سزا کو کم کرنے کی حمایت کرتا ہے۔
- . کیا شریک ملزم کو عمر قید سے کم سزا سنائی گئی ہے۔
- . کیا ملزم نے اکسانے کے تحت یا بنا سوچے سمجھے کام کیا ہے۔

موجودہ کیس میں ، عدالت نے اپیل کنندہ کے جنس اور کم عمری کے ساتھ اس حقیقت پر بھی غور کیا ہے کہ وہ ایک چھوٹے بچہ کی ماں ہے اور اسے ازدواجی گھر سے نکال دیا گیا ہے۔عدالت نے کہا کہ یہ عناصر انفرادی طور پر غیر نتیجہ خیز ہے لیکن ساتھ دیکھنے پر موت کی سزا sنانے کی ضمانت دیتے ہیں۔عدالت نے اپیل کنندہ کی سزا موت کو عمر قید میں تبدیل کر دیا۔

۵۔محترمہ اندراگاندھی
بمقابلہ
محترم راج ناراین اور دوسرے

MANU/SC/0304/1975

پس منظر۔

یہ مقدمہ الہ آباد ہائی کورٹ کے اس فیصلہ کے خلاف اپیل سے متعلق ہے جیسمے محرتمہ اندرا گاندھی کے چنائو کو انکے خراب عمل کی وجہ سے باطل کرار دیا گیا تھا۔اس دوران پارلیمنٹ نے ۳۹ آئینی ترمیم صادر کی جیسمے ہندوستان کے آئین میں آرٹکل۳۲۹ Aجوڈا۔

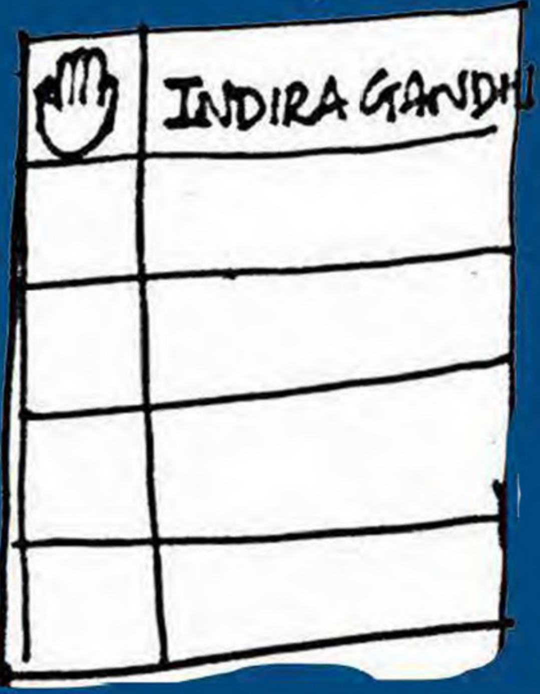

آرٹکل۳۲۹ A[۴]میں کہا گیا ہے کہ وزیراعظم اور متکلم کے چنائو پر ملک کی کسی بھی عدالت میں داوا نہیں کیا جا سکتا ۔لیکن خد پارلیمنٹ کی بنائی ہوئی کمیٹی سے داوا کیا جا سکتا ہے۔

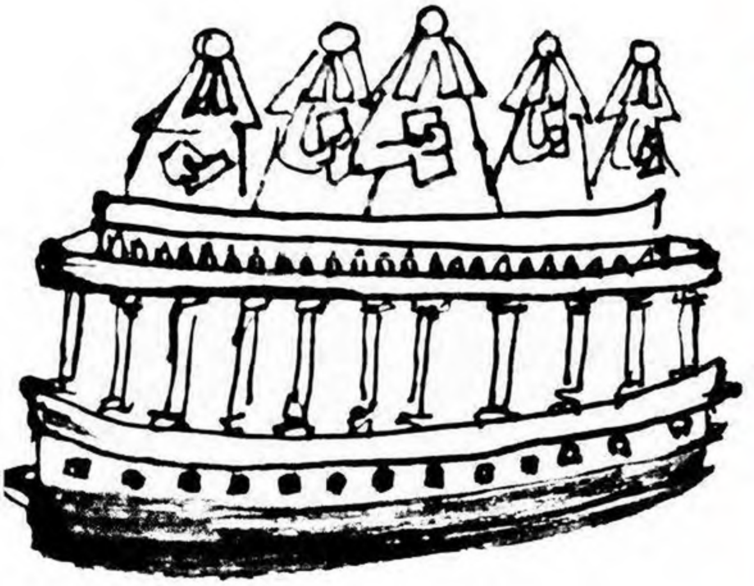

قانون کے سوالات۔

اس مقدمہ میں شامل اہم سوال آرٹکل ۳۲۹ [۴]Aکی درستگی کا تھا۔ سوال تھا کہ کیا مذکورہ آرٹکل کی شق ۴ برابر کے اصولوں کی خلاف ورزی کر رہا ہے جیسا آئین میں تصور کیا گیا ہے۔ اور کیا یہ شق عدالتی جائزہ کو تباہ کر رہا ہے؟

فیصلہ۔

اس شق کو عدالت نے اس بنیادپر خارج کر دیا کہ یہ چنائو کے آزادانہ اور منصفانہ طریقہ کے خلاف ہے جو آئین کے بنیادی ڈھانچے کا ایک اہم کردار ہے۔ چنائوی تنازعہ میں عدالتی جائزہ کو خارج کرنا آئین کے بنیادی ڈھاچہ کو نقصان پہچانا ہے۔

سپریم کورٹ نے کہا کہ آرٹکل ۳۲۹Aکی شق ۴ غیر آئینی ہے اوراس بنیاد پر باطل ہے کہ آرٹکل ۱۴ میں درج برابری کے حق سے انکار ہے۔عدالت نے کہا کہ یہ شق من مانی ہے اور قانون کی حکمرانی[Rule of Law] تباہ کر دیگا۔

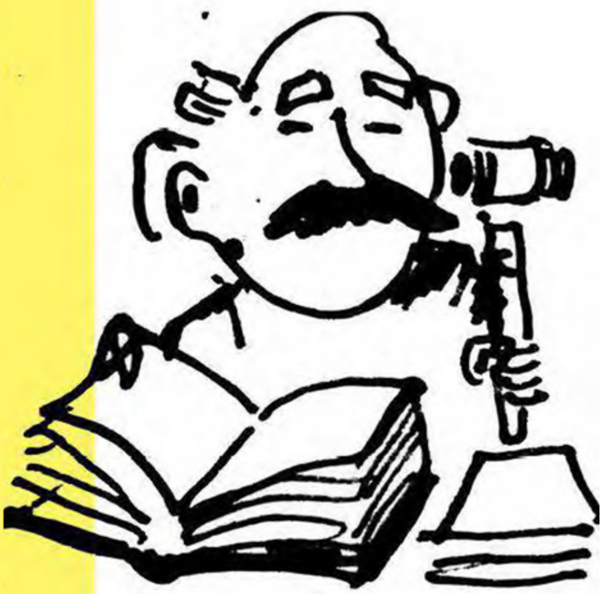

جسٹس ایچ۔آر ۔کھننانے کہا کہ جمہوریت آئین کا بنیادی ڈھانچا ہے اور اس میں آزادانہ اور منصفانہ چنائو شامل ہے جس کی خلاف ورزی نہیں کی جا سکتی۔

سپریم کورٹ نے اس معاملے میں ،کیشوا نند بھارتی کیس میں درج بنیادی خصوصیات کی فہرست میں درجہ ذیل خصوصیات کو شامل کیا ہے۔

- . قانون کی حکمرانی[Rule of Law]
- . جمہوریت ،جس میں آزاد اور منصفانہ چنائو ہو[Democracy, that implies free and fair election]-
- . عدالتی جائزہ[Judicial Review]
- . آرٹکل ۳۲ کے تحت سپریم کورٹ کا دائرہ کار[Jurisdiction of Supreme Court under Article 32]-

۶۔منیکا گاندھی
بمقابلہ
یونین آف انڈیا
MANU/SC/0133/1978

پس منظر

علاقائی پاسپورٹ آفس، دہلی، نے مینکا گاندھی کو ایک خط بھیجا جس میں ان سے کہا گیا کہ وہ سات دن کے اندر اپنا پاسپورٹ جمع کرائیں۔ خط میں تفصیل سے بتایا گیا ہے کہ حکومت ہند نے 'عوامی مفاد' کی بنیاد پر انس کا پاسپورٹ ضبط کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

اس کے بعد مینکا گاندھی نے تفصیلات اور 'وجوہات کے بیان' کی درخواست کی جن کی بنیاد پر علاقائی پاسپورٹ افسر نے ان کا پاسپورٹ ضبط کر لیا۔ اس پر انہیں وزارت بیرونی معاملات نے بتایا کہ انہیں وجوہات کے بیان کی کاپیٔ جاری نہ کرنے کے احکامات ہیں۔ اس کے بعد اس نے آئین کے آرٹیکل ۳۲ کے تحت ایک رِٹ پٹیشن دائر کی جس میں دعویٰ کیا گیا کہ یہ حکم آئین کے آرٹیکل ۲۱ کی خلاف ورزی کر رہا ہے

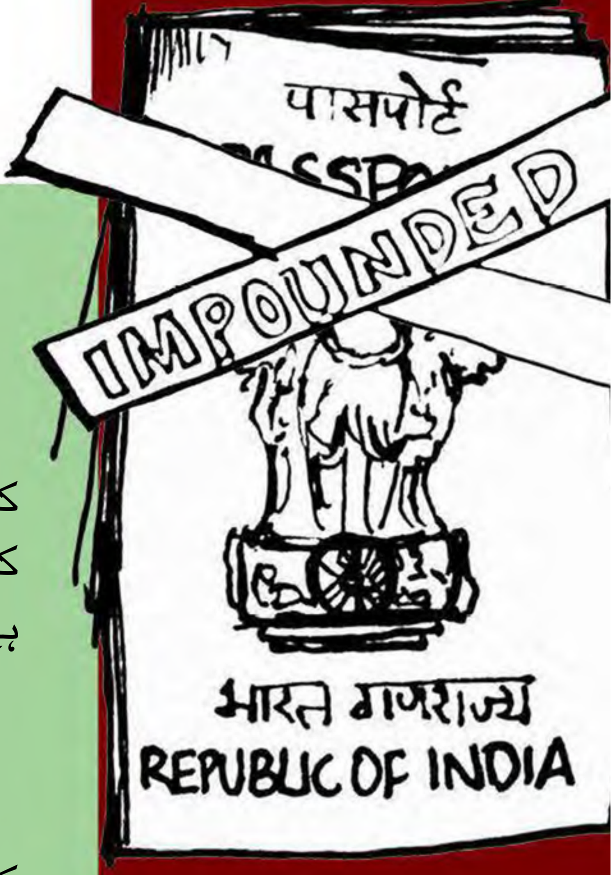

قانونی سوالات

- کیا بیرون ملک جانے کا حق آئین کے آرٹیکل ۲۱ کے تحت ضمانت دی گئی شخصی آزادی کا حصہ ہے؟

- کیا پاسپورٹ ایکٹ آرٹیکل ۲۱ کے مطابق کسی شخص کو مذکورہ آرٹیکل کے تحت ضمانت شدہ حق سے محروم کرنے سے پہلے ایک 'طریقہ کار' تجویز کرتا ہے؟

- کیا پاسپورٹ ایکٹ کی دفعہ ۱۰(۳)(c) آئین کے آرٹیکل ۱۴، ۱۹[۱][a] اور ۲۱ کی خلاف ورزیکرتا ہے؟

- کیا ریجنل پاسپورٹ آفیسر کا غیر قانونی حکم قدرتی انصاف کے اصول کے خلاف ہے؟

فیصلہ

افراد کو ان کے زندگی اور آزادی کے حق سے محروم کرنے والے طریقہ کار منصفانہ اور معقول ہونے چاہئے۔ عدالت نے فیصلہ کیا:"قانون کی طریقہ کار کو منصفانہ، انصافی اور معقول ہونا چاہئے، نا کہ خیالی، ظلم آمیز یا اختیاری۔ آئین کے آرٹیکل ۲۱ کی ضمانت دی گئی شخصی آزادی کو محدود کرنے یا ختم کرنے والے قانون کی طریقہ کار کا معقول ہونا یا نہ ہونا، اس کا جائزہ نا صرف مجرد یا خیالی پر تشکیل شدہ غوروفکر سے نہیں کیا جانا چاہئے جیسے کہ ایک مکمل لباس میں سماعت کی فراہمی جیسے کورٹ روم ٹرائل میں، بلکہ سیاق و سباق میں، بنیادی طور پر،اس مقصد کے بارے میں جس کو حاصل کرنا ایکٹ کا مقصد ہے اور فوری حالات جن پر ایکٹ کے نظم و نسق کی ذمہ داری عائد کی گئی ہے، ان سے نمٹنے کے لیے کہا جا سکتا ہے۔" عدالت نے اس مقدمے میں فیصلہ کیا کہ بیرون ملک سفر کا حق "شخصی آزادی" میں شامل ہوتا ہے اور یہ آئین کے آرٹیکل ۲۱ کے تحت ایک بنیادی حق ہے۔

پاسپورٹ ایکٹ، ۱۹۶۷ء کے دفعہ ۱۰(۳)(c) کے حوالے سے جس میں لکھا ہے: ”اگر پاسپورٹ اتھارٹی کو یہ ضروری لگے کہ یہ بھارت کی سلطنت اور تکمیل کیلئے، بھارت کی سلامتی کیلئے، بھارت کے بیرونی ممالک کے ساتھ دوستانہ تعلقات کیلئے یا عوامِ عام کیلئے ضروری ہو، تو عدالت نے اس دفعہ کی درستی کو تسلیم کرتے ہوئے بتایا کہ یہ کم و بیش استعمال کیا جائے گا اور بڑے توجہ اور محتاطی کے ساتھ استعمال کیا جائے گا۔“

پاسپورٹ اتھارٹی کے پاسپورٹ کو ضبط کرنے کی وجوہات پیش کرنے سے انکار کرنے کے اختیار کے حوالے سے، عدالت نے کہا کہ قانون اس طرح کے اختیارات کے استعمال کی اجازت نہیں دے سکتا جو وجوہات کو نہ ظاہر کرنے کیلئے استعمال ہوتی ہے اگر یہ وجہ ہو کہ وجوہات کو عدالتی جانچ کی نظر سے دور رکھا جا سکے۔

عدالت نے کہا کہ پاسپورٹ ایکٹ کی دفعہ ۱۰(۳)(c) درست ہے، لیکن سوال جو مدِنظر رکھا جانا چاہئے وہ یہ ہے کہ، کیا اس کے تحت کی گئی حکمت عملی غلط ہے، یعنی کیا یہ کوئی بنیادی حق کی خلاف ورزی کر رہا ہے۔ جہاں اس دفعہ کے تحت تقریر اور اظہار کی آزادی یا کسی پیشے کو جاری رکھنے کے حق کو ختم کرنے کے مقصد سے ضبط کرنے کا حکم دیا گیا ہے، وہ حکم باطل ہوگا۔

عدالت نے معلوم کیا کہ آرٹیکل ۲۱، ۱۹ اور ۱۴ کے مابین تعامل کو تسلیم کرتے ہوئے کہا کہ آرٹیکل ۲۱ آرٹیکل ۱۹ کو خارج نہیں کرتا ہے اور حتیٰ کہ ایک شخص کی ذاتی آزادی کے حق کی محرومی کے لئے طریقہ کار تعین کرنے والے قانون کو دونوں آرٹیکل ۱۹ اور ۱۴ کے امتحان کے مطابق قائم رہنا ہوگا۔

manupatra®

JUSTICE adda

۷۔ نندنی ستھپتھی
بمقابلہ
پی ایل ڈانی
MANU/SC/0139/1978

پس منظر

اڑیسہ کی سابق وزیر اعلیٰ نندنی ستھپتھی کو اپنے خلاف ویجیلنس کیس کے سلسلے میں کٹک میں پولیس کے سامنے پیش ہونے کی ہدایت دی گئی تھی۔ اسے غیر متناسب اثاثوں کے مبینہ حصول کے سلسلے میں سوالات فراہم کیے گئے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے آئین کے آرٹیکل ۲۰(۳) کے تحت اپنے حق کا استعمال کیا اور سوالوں کے جواب دینے سے انکار کردیا۔

سوالات کے جواب دینے سے انکار کرنے پر، ڈپٹی سپرنٹینڈنٹ آف پولیس نے اس کے خلاف شکایت درج کی جس میں لکھا گیا کہ وہ سرکاری ملازم کے سوالوں کا جواب دینے سے انکار کررہی ہیں جیسا کہ بھارتی توابین کا آئین[Indian Penal Code] کی دفعہ ۱۷۹ کے تحت فراہم کیا گیا ہے۔ اس نے ایک مجسٹریٹ کے فیصلے کو ترضیع کرتے ہوئے اپنی حاضری کے سمن کا مقابلہ کیا اور دعویٰ کیا کہ آئین ۲۰(۳) اور مجرمانہ پروسیجر کوڈ کے دفعہ ۱۶۱(۲) کے تحت حفاضت اسے کافی ہیں (اب سوالوں کے جواب دینے کی پابند نہیں ہے جو اس پر ملزمانہ الزام ظاہر کر سکتے ہیں) اور اسے محفوظ رکھتے ہیں۔ جب ہائی کورٹ نے ان کی درخواست پر غور کرنے سے انکار کر دیا تو اس نے سپریم کورٹ میں اپیل کی۔

قانونی سوالات

- "ملزم" اور "اپنے خلاف گواہ بننے پر مجبور" کی اصطلاح کے حوالے سے آئین ہند کے آرٹیکل ۲۰(۳) کا دائرہ کار اور معنی کیا ہے؟
- جرمانہ پروسیجر کوڈ کے دفعہ ۱۶۱(۲) کا مطلب اور دائرہ کار کیا ہے؟
- کیا منس ریا(Mens Rea) دفعہ ۱۷۹، آئی پی سی(I.P.C.) کا ایک لازمی جزو بناتا ہے، اور اگر ایسا ہے تو اس کی قطعی نوعیت کیا ہے؟کیا صرف ایک خوف کہ کوئی جواب ملزمانہ توانائی رکھتا ہے ملزم کو بچا سکتا ہے یا اس کو لاگو کر سکتا ہے؟

فیصلہ

عدالت نے آرٹیکل ۲۰(۳) کے دائرہ کار کے بارے میں کافی وسیع نظریہ رکھتے ہوئے کہا کہ اس کا ممنوعہ دائرہ نہ صرف عدالت کے طریقہ کار تک بلکہ تفتیش کے مرحلے تک بھی پھیلا ہوا ہے۔

خود پر الزام لگانے پر پابندی صرف اس جرم تک محدود نہیں ہے جس کے بارے میں پوچھ گچھ کی گئی ہے، بلکہ اس کا دائرہ دوسرے جرائم تک بھی ہے جن کے بارے میں ملزم کو اپنے جواب سے ہے۔

پولیس افسران کے دباؤ کے پیش نظر غیرضروری خودساختہ جرم کے خلاف حفاظت کرتے ہوئے، عدالت نے "مجبوری گواہی" کو آرٹیکل ۲۰(۳) کی خلاف ورزی قرار دیا۔ عدالت نے "مجبوری گواہی" کو اس مفہوم میں پڑھا،

مجبوری گواہی" کا مطلب ہے کہ ثبوت نہ" صرف جسمانی دھمکیوں اور تشدد سے حاصل کیے گئے ہیں بلکہ نفسیاتی اذیت، ماحول کا دباؤ، ماحولیاتی جبر، تھکن دہ پوچھ گچھ، دبنگ اور دھمکی دہشت انگیز طریق۔

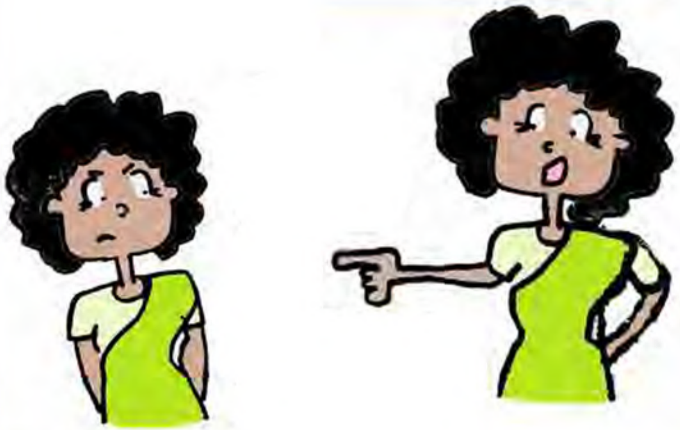

عدالت نے یہ بھی قرار دیا کہ جواب دینے سے انکار کرنے یا سچائی سے جواب دینے کے بعد قانونی خطرات کو آرٹیکل۲۰(۳) کے معنی کے تحت مجبوری نہیں سمجھا جا سکتا۔

عدالت نے تجویز کی کہ تحقیق و تفتیش کے دوران ایک وکیل کی موجودگی میں، خودساختہ جرم کے اقرار کی مشکل کے حل کے طور پر، رازداری یا زبردستی کے ذریعے حاصل کی جا سکتی ہے۔

۹۔حسین آرہ خاتون
بمقابلہ
ہوم سیکرٹری،
ریاست بہار

MANU/SC/0119/1979
MANU/SC/0121/1979

پس منظر

قبل از مقدمے کی حراست کا مسئلہ انڈین ایکسپریس میں شائع ہونے والے مضامین نے ریاست بہار کی عدالتوں میں مقدمات کی سماعت کے انتظار میں برسوں سے جیل کی سلاخوں کے پیچھے مردوں، عورتوں اور بچوں کی ایک بڑی تعداد کی موجودگی کا انکشاف کیا ہے۔

قانونی سوالات

قانونی سوال ملزم کے بنیادی حقوق اور ریاست کا فرض تھا جو آئین کے آرٹیکل۳۹ A کے تحت غریبوں کو مفت قانونی خدمات فراہم کرنے کے سلسلے میں اظہار کیا گیا تھا، اور جس کی مکروہ ٹرائل سسٹم میں انکار کرنا، آئین میں محفوظ آرٹیکل ۲۱کے تحت ایک فرد کی زندگی اور شخصی آزادی کی انکار ہوگی۔

فیصلہ

عدالت کے مطابق ان افراد کو ان کے متعلقہ مقدمات کے آغاز سے پہلے طویل عرصے تک قید رکھنے کا نتیجہ بنیادی آزادیوں سے انکار کی صورت میں نکلا اور اس طرح یہ انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزی کے مترادف ہے۔

عدالت نے قانونی اور عدلی نظام کو غریبوں اور محتاجوں کے نقصان کے طور پر کام کرتے ہوئے پایا۔ یہ بھارتی عدلیہ نظام کی تنظیم کا مطالبہ کرتا ہے۔

ضمانتی بانڈز پر

ایک بہت ناقابل قبول ضمانت نظام ثابت ہوا جو غریبوں کو انصاف تک رسائی اور حاصل کرنے سے دور رکھنے کے لئے ذمہ دار تھا۔ یہ نظام غریبوں کے لئے بہت زیادہ سخت تھا اور صرف امیرانہ فائدے کے لئے کام کرتا تھا۔ غریب لوگ کورٹ کی طرف سے مقرر کردہ بڑی رقموں کی وجہ سے بیل فراہم کرکے اپنی رہائی حاصل نہیں کر سکتے تھے۔

عدالت نے پرانے عمل کو ختم کرنے کی اپیل کی جس میں ضمانتیں کے ساتھ صرف ضمانتی رقموں کے مقابلے میں پیشگی رہائی کو ترک کرنے کا کہا۔ عدالت نے بغیر مالی ذمہ داریوں کے ذاتی بانڈز پر ضمانت کی حمایت کی۔

"ضمانت کا نظام، جیسا کہ یہ آج چل رہا ہے، غریبوں کے لیے بڑی مشکلات کا باعث ہے اور اگر ہم واقعی غربت کے برے اثرات کو ختم کرنا چاہتے ہیں اور انصاف کی انتظامیہ میں غریبوں کے ساتھ منصفانہ سلوک کی یقین دہانی کرانا چاہتے ہیں، تو یہ ضروری ہے کہ ضمانت کے نظام میں پوری طرح سے اصلاحات کی جائیں تاکہ غریبوں کے لیے اتنی ہی آسانی سے ممکن ہو سکے جیسے امیروں کے لیےہے، انصاف کے مفاد کو خطرے میں ڈالے بغیر مقدمے کی سماعت سے پہلے رہائی حاصل کرنا آسان ہو۔“

فوری عدالتی تجاویز کے بارے میں

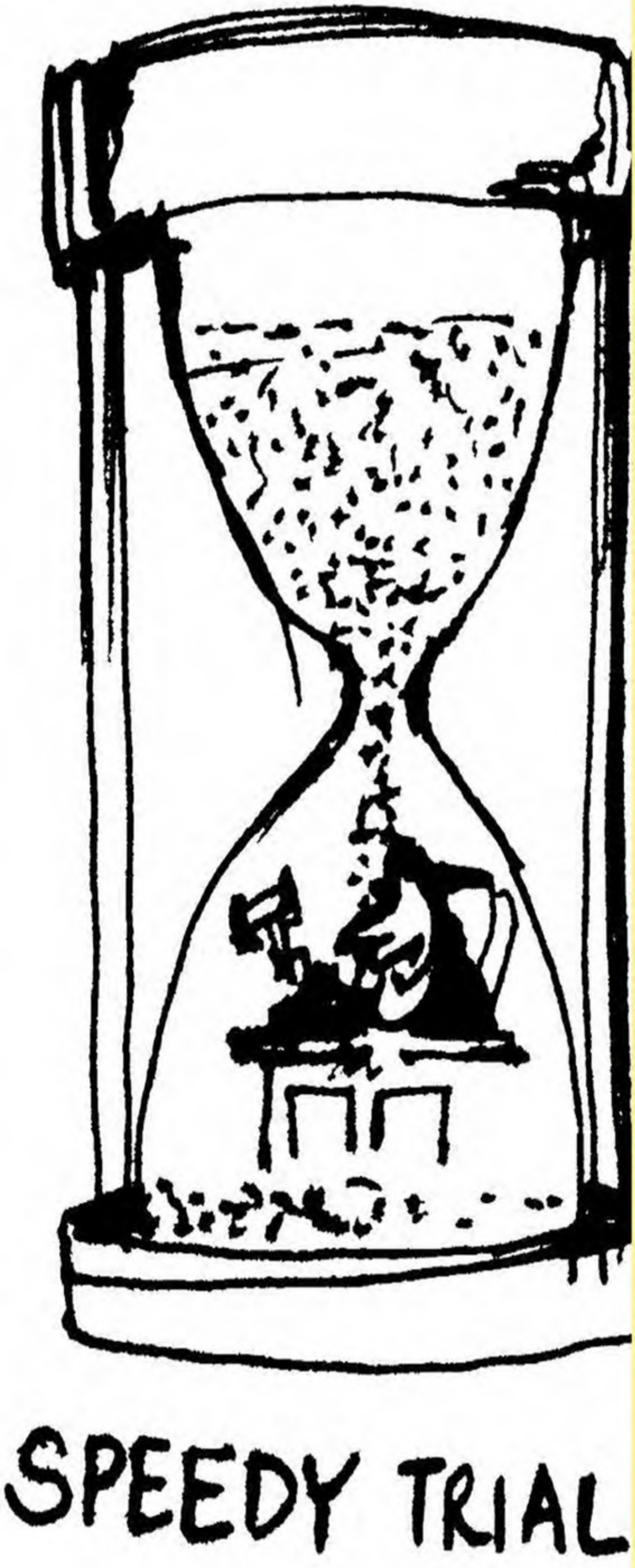

عدالت کے مطابق، حکومت کی ذمہ داری تھی کہ وہ ملزم کے بنیادی حقوق کو تیز رفتار عدالتی سماعت کا مطالبہ پورا کرتے ہوئے، ضروری اقدامات اٹھائے جیسے عدالتوں کی تشکیل، تحقیقاتی مشینری کی مضبوطی، اور زیادہ عدالتی ججو کی تعیناتی وغیرہ۔ کامل قانونی خدمات کے پروگرام کی تعارفی کو ضرورت سمجھا گیا۔ ایسا پروگرام غریبوں کی غربت کی بنا پر ضمانت حاصل کرنے یا وکیل کی خدمات حاصل کرنے کی ناقابلیت کے مسئلے کا حل سمجھا گیا۔

عدالت نے آئین کے آرٹیکل۳۹ A کو بھی استعمال کیا۔
"یہ ہر ملزم کا آئینی حق ہے جو غربت، لاچارگی یا غیر مواصلاتی صورتحال جیسی وجوہات کی بناء پر وکیل کو شامل کرنے اور قانونی خدمات حاصل کرنے سے قاصر ہے اور ریاست کا اختیار ہے کہ وہ ایسے ملزم کو وکیل فراہم کرے مقدمے کے حالات اور انصاف کی ضرورت دیکھ کر ، بشرط یہ کہ ملزم کو ایسے وکیل کی فراہمی پر کوئی بھی اعتراض نہ ہو۔"

مندرجہ بالا استدلال کی بنیاد پر، عدالت نے زیر سماعت قیدیوں کی رہائی کا فیصلہ سنایا، جن کا ذکر انڈین ایکسپریس کے دو مسائل میں بغیر مالیاتی ذمہ داری کے ذاتی بانڈ پر کیا گیا ہے۔

manupatra

JUSTICE adda

۱۰۔سُنیل بترا
بمقابلہ
دہلی انتظامیہ
MANU/SC/0265/1979

پس منظر

فوری کیس میں، عدالت کے ذریعہ تہاڑ جیل کے ایک مجرم سنیل بترا کی طرف سے ایک جج کو لکھے گئے خط سے پیدا ہونے والی ایک درخواست کو قبول کیا گیا تھا جس میں الزام لگایا گیا تھا کہ ایک وارڈن نے پریم چند نامی ایک اور مجرم کو بے دردی سے زخمی کیا ہے۔

قانونی سوالات

عدالت کے سامنے سوال جیل میں قیدیوں کے انسانی حقوق سے متعلق تھا اور یہ کہ مجرم قرار دینے کے باوجود قیدیوں کو بنیادی حقوق کی مستمر توسیع ہو رہی ہے۔

فیصلہ

عدالت کے کردار پر
عدالت نے جیل حکام کی طرف سے کی جانے والی زیادتیوں کے خلاف قیدی کے حق کو تسلیم کرتے ہوئے ہیبیس کارپس[Habeas Corpus] کی رٹ کی طریقہ کار کی حدود کو آزاد قرار دیا۔ عدالتوں کے کارکن حکمران بنانے والے کردار کو تسلیم کرتے ہوئے، اس نے کہا کہ "عدالت کتابوں میں ایک الگ تجرید قادر مطلق نہیں ہے بلکہ ایک سرگرم ادارہ ہے جو عوام کی امیدوں کا مرکز ہے"۔

قیدیں کی حالت پر
عدالت نے قیدیوں کے حیثیت کے بارے میں اہم اصول تشکیل دئیے۔ عدالت نے اپنے فیصلے میں بھی اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کی طرف سے لے گئے "تشدد اور دیگر ظالمانہ، بے انسانی یا ذلت آمیز علاج یا سزا سے بچاؤ کے لئے تمام افراد کی حفاظت کے بیان" پر بھی اعتماد کیا

(ریزولوشن۳۴۵۲ جو ۹ دسمبر ۱۹۷۵ کو منظور ہوا)۔آینی بینچ نے قیدیوں کے بنیادی حقوق کی حمایت کی اور فیصلہ کیا کہ:

"**کیا قیدی انسان ہوتے ہیں؟** جی ہاں، بےشک ہیں۔ منفی جواب دینا ملک اور آئین کو بےانسان بنانے کا الزام لگانا ہے اور عالمی قانونی ترتیب کو مسترد کرنا ہے، جو اب آئینی عہدنامے میں قیدیوں کے حقوق کو تسلیم کرتا ہے، جس پر ہمارے ملک نے رضامندی دی ہے۔ بطرا کی صورت میں، اس عدالت نے دست برداری کی نظریہ کو مسترد کیا ہے اور اس نے فیصلہ کیا ہے کہ بنیادی حقوق قید خانے میں داخل ہونے کے باوجود شخص کو آزاد نہیں کرتے ہیں، حالانکہ وہ قید کی وجہ سے کم ہو سکتے ہیں۔ ہماری آئینی ثقافت اب قید خانے کی انصاف اور عدلتی حکمرانی کے حمایت میں جم گئی ہے۔“

ہدایات

عدالت نے قیدی پریم چند کو غیر قانونی طور پر زیادتی کی مذمت کرتے ہوئے، جیل کی انتظامیہ کی انسانیت کو یقینی بنانے کے لئے ریاست اور جیل کے ملزم کو مندرجہ ذیل واضح اور ملزم کنندہ ہدایات دی:

نگران عدالتی کردار: وکیلوں کو ضلع مجسٹریٹ، سیشن جج، ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کی طرف سے تعین کیا جائے گا تاکہ وہ قیدیوں کے ساتھ ملاقاتوں، دورہ جات اور خفیہ تبادلہ خیال کے لئے تمام سہولیات کے حامل ہوسکیں، شرع و ضبط کے پابندی اور حفاظتی سوچ کے تحت۔ مقرر کئے گئے وکلیل وقتاً فاصلے پر ملاقاتیں کرنے اور فیصلہ کو ریکارڈ اور متعلقہ عدالت کو رپورٹ کرنے کی لازمیت سے باندھے ہوتے ہیں جو قانونی تنازعات کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔

شکایت کی ریکارڈنگ: تمام قیدیوں تک رسائی کے ساتھ شکایات کے ڈپاژٹ بکس کو برقرار رکھا جائے گا۔ یہ بکس اکثر کھولے جائیں گیں اور ازالے کے لیے مناسب کارروائی کی جائے گی۔

عدالتی مداخلت: مجسٹریٹس اور سیشن جج ذاتی طور پر جیلوں کا دورہ کریں، فوری تحقیقات کریں اور مناسب تدارک کی کارروائی کریں۔ مناسب معاملات میں ہائی کورٹ کو رپورٹ دی جائے گی اور اگر ضرورت پڑی توہیبیس کارروائی کی جائے گی۔

عدالتی تشخیص: بغیر سیشنز جج کی تشخیص کے کوئی بھی تنہا یا سزا بھرتی کمرے، کوئی بھی سخت محنت یا غذائی تبدیلی کے طور پر دردناک اضافی ترکیب، کوئی بھی دیگر سزا یا امتیازات اور سہولیات کی منسوخی یا منع، اور کوئی بھی دیگر جرائم کے نتیجے میں دیگر جیلوں میں منتقلی کی سزا، تشخیص کے بغیر لاگو نہ کی جائے گی۔

ان کے علاوہ، عدالت نے کچھ تجاویز بھی دیں:

- ریاست قیدیوں کے حقوق کے بارے میں قانونی بیداری لانے کے لیے ایک قیدیوں کی ہینڈ بک کو ہندی میں تیار کرے گی اور اسے گردش کرے گی۔ بہتری کے پروگراموں سے متعلق وقتاً فوقتاً بلیٹن اپ ڈیٹس اور شکایات کے ازالے کے لیے وال پیپر مہیا کیا جائے گا۔ (قیدی ایکٹ کی دفعہ ۶۱)

- ریاست کو قدرِ نگاہ رکھنے کے لئے اقدامات اٹھانے ہوں گے تاکہ وہ اقوام متحدہ کی سفارش کردہ قلمِ اصلاح کے کم سے کم معیاری قواعد کو قائم رکھ سکے، خاص طور پر کام اور اُجرت، عزت کے ساتھ برتاو کا تعلق رکھنے والے، سماجی رابطے اور اصلاحی استراتیجیات کے حوالے سے۔

- زندانی عملہ کے لئے اصلاحی تعلیمی اور راہنمائی کورس جو آئینی اقدار، علاجی تراکیب اور بے تشدد انتظام کو ترقی دے۔

- قیدی پروگراموں کے لئے مفت قانونی خدمات کو عدالت کے تسلیم کردہ پیشہ ورانہ تنظیمات جیسے "فری ایڈ (سپریم کورٹ) سوسائٹی" کی طرف سے ترویج دی جائے گی۔

۱۱۔منروا ملز
بمقابلہ
یونین آف انڈیا

MANU/SC/0075/1980

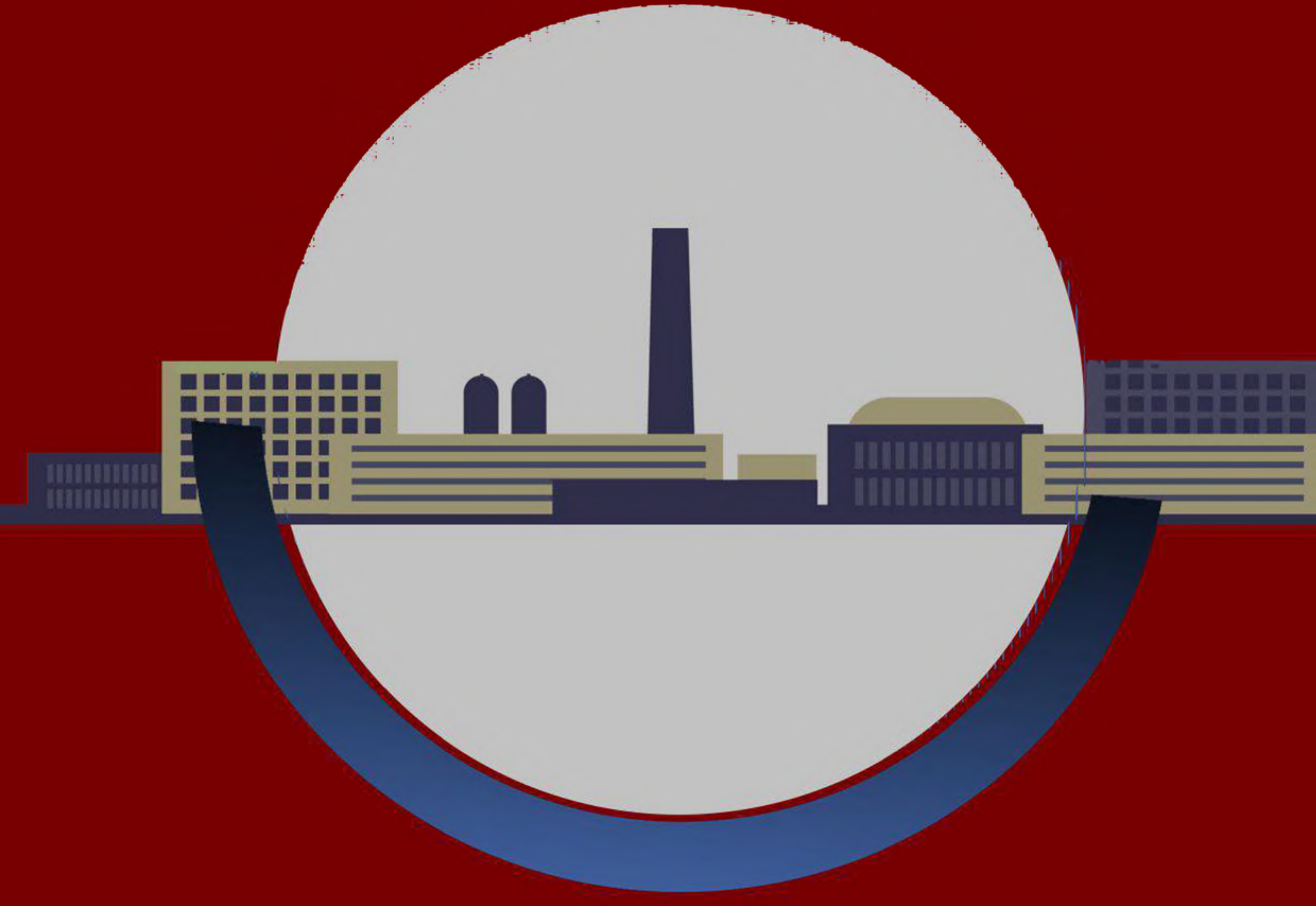

پس منظر

منروا ملز لمیٹڈ ایک نجی ٹیکسٹائل کمپنی تھی۔ اگست ۱۹۷۰ میں، حکومت ہند نے انڈسٹریز (ڈیولپمنٹ ریگولیشن) ایکٹ، ۱۹۵۱[Industries [Development Regulation Act, 1951 کے تحت قانون سازی کے لیے کمپنی کی تحقیقات کا حکم دیا۔ ۱۹ اکتوبر ۱۹۷۱ کو حکومت نے نیشنل ٹیکسٹائل کارپوریشن لمیٹڈ کو منروا ملز کا انتظام سنبھالنے کا اختیار اس بنیاد پردیا کہ اس کے معاملات کو عوامی مفاد کے لیے انتہائی نقصان دہ طریقے سے چلایا جا رہا ہے۔ اس کے بعد کمپنی کوسک ٹیکسٹائل انڈرٹیکنگز [نشنلائزیشن]ایکٹ، Textile ۱۹۷۴Sick [Undertakings (Nationalization) Act 1974]کے تحت قومیا دیا گیا۔ درخواست گزار نے سک ٹیکسٹائل انڈرٹیکنگز (نیشنلائزیشن) ایکٹ کی آئینی جواز کو چیلنج کیا۔ انہوں نے ۴۲ ویں ترمیم کے سیکشن ۴ اور ۵۵ کی آئینی حیثیت کو بھی چیلنج کیا۔

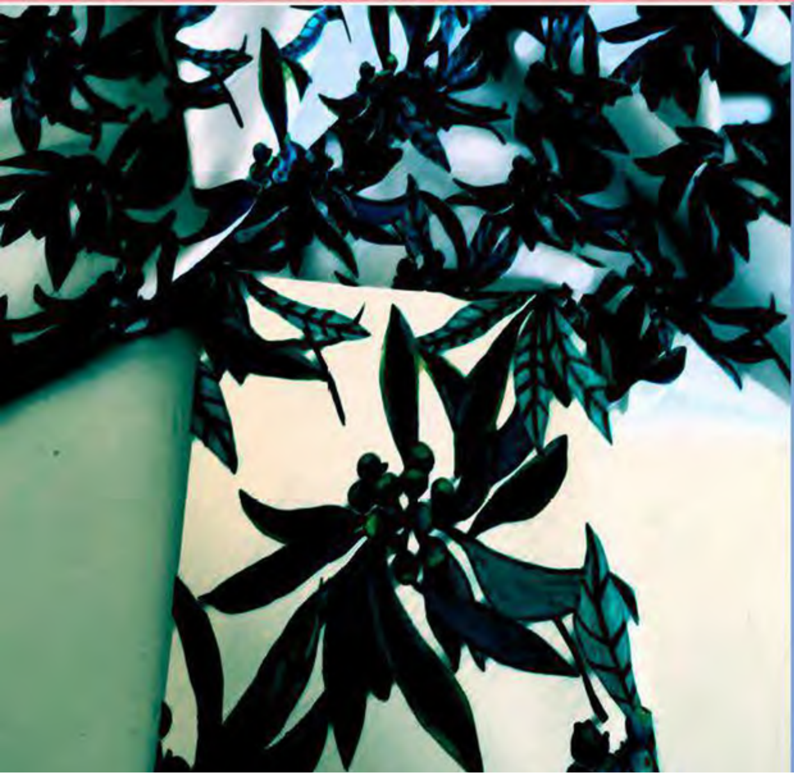

قانونی سوالات

کیا آئین (۴۲ ویں ترمیم) ایکٹ ۱۹۷۶ کے سیکشن ۴ اور ۵۵ کے ذریعے متعارف کرائی گئی ترامیم آئین کے بنیادی ڈھانچے کو نقصان پہنچاتی ہیں؟

فیصلہ

آئینی ترمیمی ایکٹ ۱۹۷۶ کے سیکشن ۴ اور ۵۵ میں متعدد تبدیلیاں کی گئیں۔ سیکشن ۴ نے آرٹیکل ۳۱ C میں ترمیم کی جبکہ سیکشن ۵۵ نے آئین کے آرٹیکل ۳۶۸ میں شق (۴) اور (۵) کو شامل کیا۔ شق ۵ ترمیمی طاقت پر تمام حدود کو ختم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے جبکہ شق (۴) عدالتوں کو آئین کی کسی بھی ترمیم پر سوال اٹھانے کے ان کے اختیار سے محروم کرتی ہے۔

سپریم کورٹ نے آرٹیکل ۳۶۸ کی نئی داخل کردہ شق (۴) اور (۵) دونوں (۴۲ ویں آئینی ترمیم کے سیکشن ۵۵ کے ذریعے داخل کی گئی) کو غیر آئینی اور غلط قرار دیا۔ وہ کیشوانند بھارتی کیس میں اس عدالت کے فیصلے کے ذریعے ترمیم کرنے کے لیے پارلیمنٹ کے اختیار پر عائد کردہ حدود سے تجاوز کرتے ہوئے پائے گئے۔ اس میں کہا گیا کہ پارلیمنٹ آئین کی بنیادی اور ضروری خصوصیات کو ختم کرنے کے لیے اپنے ترمیمی اختیارات میں کووسیع نہیں کر سکتی۔

عدالت نے کہا کہ "ہمارے آئین کے تین آرٹیکل، اور صرف تین، آزادی کے آسمان کے درمیان کھڑے ہیں جس میں ٹیگور چاہتے تھے کہ ان کا ملک بیدار ہو اور بے لگام طاقت کے گڑھے میں۔ وہ آرٹیکل ۱۴، ۱۹ اور ۲۱ ہیں۔

حصے III اور IV ایک ہی راستے پر ہین۔ کسی کو دوسرے پر ترجیح نہیں دی جا سکتی۔ بنیادی حقوق اور ہدایتی اصولوں کے درمیان ہم آہنگی اور توازن آئین کے بنیادی ڈھانچے کی ایک لازمی خصوصیت ہے۔

ایک کو دوسرےپرمطلق فوقیت دینا آئین کی ہم آہنگی کو خراب کرنا ہے۔ ۔ آئین کے بنیادی ڈھانچے کا بنیادی حقوق اور ہدایتی اصولوں کے درمیان یہ ہم آہنگی اور توازن ایک ضروری خصوصیت ہے۔

manupatra®
JUSTICE adda

۱۲-بچن سنگھ
بمقابلہ
ریاست پنجاب

MANU/SC/0111/1980

پس منظر

بچن سنگھ کو تین افراد کے قتل کے جرم میں مجرم قرار دے کر موت کی سزا سنائی گئی تھی۔ ہائی کورٹ نے سزائے موت کو برقرار رکھا۔ اسپیشل لیو [Special Leave] کے ذریعے اپیل کرتے ہوئے، اس نے کوڈ آف کریمنل پروسیجر، ۱۹۷۳ (سی آر پی سی) کی دفعہ ۳۵۴(۳) میں فراہم کی گئی سزائے موت کے آئینی جواز کو چیلنج کیا۔

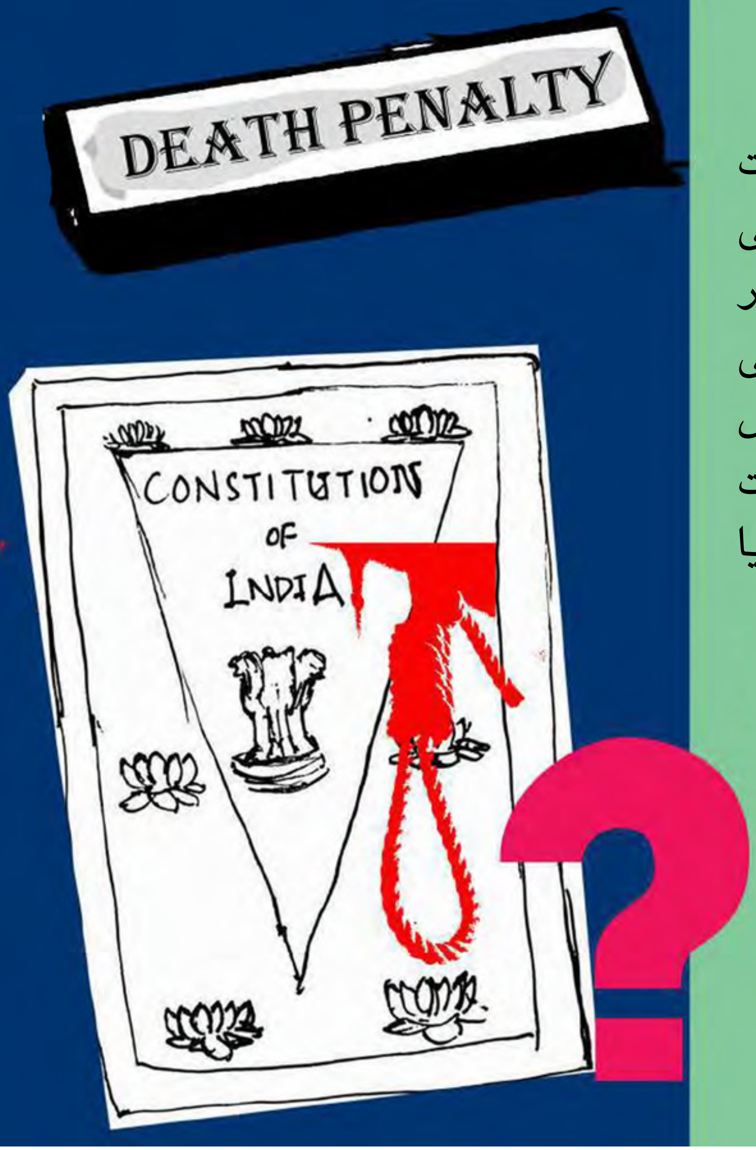

قانونی سوالات

کیا سیکشن ۳۰۲ آئی پی سی کے تحت سزائے موت کا نفاذ سیکشن ۳۵۴ (۳) سی آر پی سی کے ساتھ پڑھا جانا من مانا، غیر معقول اور غیر آئینی تھا اور کیا نچلی عدالت کے ذریعہ پائے جانے والے پس منظر کو موت کی سزا سنانے کی ضرورت کے مطابق "خصوصی وجوہات" پر غور کیا جائے گا سیکشن ۳۵۴(۳) کے تحت۔

فیصلہ

عدالت نے مذکورہ معاملے میں آئی پی سی کی دفعہ ۳۰۲ کی آئینی حیثیت کو چیلنج کرنے کو خارج کر دیا۔

عدالت نے کہا کہ "آرٹیکل ۱۹(۱) کے تحت جن چھ بنیادی آزادیوں کی ضمانت دی گئی ہے وہ مطلق حقوق نہیں ہیں۔ اوّل تو یہ کہ وہ موروثی پابندیوں کے تابع ہیں جو سول سوسائٹی کے ایک رکن کی باہمی ذمہ داری سے پیدا ہوتی ہیں تاکہ وہ اپنے حقوق کی خلاف ورزی نہ کرے اوردوسرے کے اسی طرح کے حقوق کو مجروح نہ کرنا۔ یہ sic uteri tuo ut alienum non laedas کے اصول پر ہے۔. دوسرا، شق (۲) سے (۶) کے تحت ان حقوق کو واضح طور پر ریاست کے اختیار سے مشروط کیا گیا ہے کہ وہ ان حقوق کے استعمال پر معقول پابندیاں عائد کرے، جو کہ ممانعت تک بھی بڑھ سکتی ہیں۔

اس شق کے تناظر میں "خصوصی وجوہات" کا اظہار، ظاہر ہے کہ "غیر معمولی وجوہات" کا مطلب ہے جو جرم کے ساتھ ساتھ مجرم سے متعلق خاص کیس کے غیر معمولی سنگین حالات پر مبنی ہے۔

تاہم عدالت عظمیٰ نے سزائے موت سنانے میں "نایاب ترین مقدمات" کا اصول طے کیا۔ عدالت نے کہا کہ یہ جرم سے متعلق سنگین حالات کے ساتھ مجرم سے متعلق کم کرنے والے حالات کو کافی وزن دینا ہے۔

"یہ تشویش کا اظہار کرنا ضروری ہے کہ عدالتیں، ہماری طرف سے اشارہ کردہ وسیع مثالی رہنما خطوط کی مدد سے، سیکشن ۳۵۴(۳) میں بیان کردہ قانون سازی کی پالیسی کے ہائی روڈ کے ساتھ، ہمیشہ محتاط دیکھ بھال اور انسانی تشویش کے ساتھ اس مشکل کام کو انجام دیں گی۔ یعنی قتل کے مرتکب افراد کے لیے عمر قید قاعدہ اور سزائے موت مستثنیٰ ہے۔

۱۳۔ایس پی گپتا
بمقابلہ
یونین آف انڈیا
MANU/SC/0080/1981

پس منظر

اس معاملے میں، سپریم کورٹ نے عدلیہ کی آزادی کے اصولوں کو متاثر کرنے والے سوالات اٹھائے، جو ہندوستان کے آئین کی ایک بنیادی خصوصیت ہے۔

قانونی سوالات

ان میں سے ایک مسئلہ دو ججوں کی عدم تقرری پر مرکزی حکومت کے حکم کی درستگی اور وزیر قانون، دہلی ہائی کورٹ کے چیف جسٹس اور چیف جسٹس آف انڈیا کے درمیان خط و کتابت سے متعلق تھا۔

فیصلہ

عدالت نے کہا کہ دو اہم بنیادیں ہیں جن کی بنیاد پر تقرری اور تبادلے سے متعلق مرکزی حکومت کے فیصلے کو چیلنج کیا جا سکتا ہے۔ عدالت نے استدلال کیا کہ ایک کھلی اور موثر شراکتی جمہوریت کے لیے احتساب اور حکومت کے کام کے بارے میں عوام کی معلومات تک رسائی کی ضرورت ہوتی ہے۔

بالکل شروع میں، عدالت نے عدلیہ کی آزادی کے تصور کی وضاحت کرتے ہوئے کہا۔ "یہ خود کو یاد دلانے کی ضرورت ہے کہ عدلیہ کی آزادی کا تصور صرف انتظامی دباؤ یا اثر و رسوخ سے آزادی تک محدود نہیں ہے بلکہ یہ ایک بہت وسیع تصور ہے جو اس کے اندر بہت سے دوسرے دباؤ اور تعصبات سے آزادی حاصل کرتا ہے۔ اس کی بہت سی جہتیں ہیں- یعنی طاقت کے دوسرے مراکز کی بے خوفی، معاشی یا سیاسی، اور تعصب سے آزادی جس طبقے سے ججوں کا تعلق ہے، حاصل اور پرورش پاتی ہے-" ہندوستان کے آئین کے آرٹیکل ۱۲۴ اور ۲۱۷ سپریم کورٹ اور مختلف ہائی کورٹس میں ججوں کی تقرری سے متعلق ہیں۔ اعلیٰ عدلیہ میں ججوں کی تقرری میں آخری فیصلہ کس کا ہے یہ فیصلہ کرتے ہوئے عدالت نے ان پر طویل بحث کی۔

عدالت نے کہا کہ صرف دو بنیادیں ہیں جن کی بنیاد پر تقرری اور تبادلے کے بارے میں مرکزی حکومت کے فیصلے کو چیلنج کیا جا سکتا ہے: (۱) جب مرکزی حکومت اور متعلقہ حکام کے درمیان مکمل اور موثر مشاورت نہیں ہوئی اور، (۲) فیصلہ غیر متعلقہ بنیادوں پر ہو۔ ان تحفظات کے تحت، عدالت کو یہ فیصلہ کرنا ہے کہ آیا کسی خاص دستاویز کا خلاصہ عوام کے فائدہ کے خلاف ہو گا۔

موجودہ کیس میں، یہ ٹھہرایا گیا کہ زیر بحث خط و کتابت محفوظ نہیں تھی۔ چونکہ یہ ججوں کی تقرری اور تبادلے سے متعلق تھا اسے عوامی مفاد کے لیے بہت اہمیت کا حامل سمجھا جاتا تھا۔ عدالت نے تسلیم کیا کہ ایک جمہوری معاشرہ احتساب اور تنقید سے بچنے کے لیے حکومت کی سرگرمیوں کو عوام سے پوشیدہ نہیں رکھ سکتا۔ "جاننے کے حق کو تسلیم کرتے ہوئے جو آزادی اظہار اور اظہار رائے کے حق میں مضمر لگتا ہے"، عدالت نے استدلال کیا کہ "جہاں کسی معاشرے نے جمہوریت کو اپنے عقیدے کے طور پر قبول کرنے کا انتخاب کیا ہے، وہاں یہ بنیادی بات ہے کہ شہریوں کو یہ جاننا چاہیے کہ ان کی حکومت کیا ہے۔

عدالت نے گفتگو کے ایک مفروضے کی نشاندہی کی: "حکومت کے کام کاج کے بارے میں معلومات کے افشاء کو قاعدہ اور رازداری کا استثنیٰ صرف اس صورت میں جائز ہونا چاہیے جہاں عوامی مفاد کی سخت ترین ضرورت ہو۔ عوامی مفاد کے تقاضوں کے مطابق ہر وقت اس بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے کہ وعام سے انکشاف مفاد کا ایک اہم پہلو بھی ہے۔

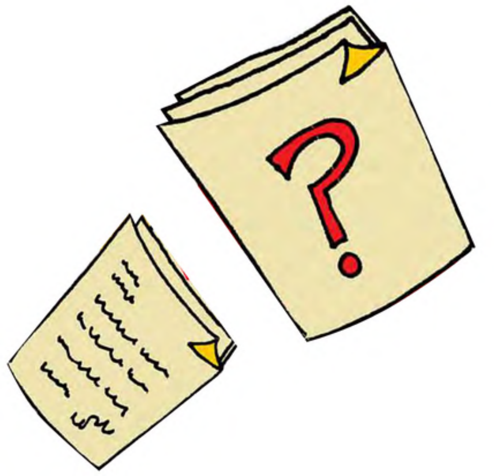

عدالت نے گفتگو کے ایک مفروضے کی نشاندہی کی: "حکومت کے کام کاج کے بارے میں معلومات کے افشاء کو قاعدہ اور رازداری کا استثنیٰ صرف اس صورت میں جائز ہونا چاہیے جہاں عوامی مفاد کی سخت ترین ضرورت ہو۔ عوامی مفاد کے تقاضوں کے مطابق ہر وقت اس بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے کہ وعام سے انکشاف مفاد کا ایک اہم پہلو بھی ہے۔

manupatra

JUSTICE adda

۱۴۔بندھومکتی مورچہ
بمقابلہ
اتحان بندوستان

MANU/SC/0051/1983

پس منظر۔

معزز سپریم کورٹ نے درخواست گزار کی طرف سے معزز جسٹس بھگوتی کو لکھے گئے خط کو آئین کو آرٹکل ۳۲ کے تحت ایک رٹ پٹیشن مانا۔خط میں درخواست گزار نے الزام لگایاکہ فریداباد، ہریانا میں پتھر کی کانوں میں بڑی تعداد میں بندھوا مزدور غیر انسانی اور ناقبلہ برداشت حالات میں کام کرتے ہیں۔اس نے مائینس ایجٹ۱۹۵۲ [Mines Act, 1952]، بسنڈید لیبر سیسٹم ابولشن ایکٹ۱۹۷۶ [Bonded Labour System Abolition Act, 1976]، مینیمم ویجیز ایکٹ [Minimum Wages Act] کے ستھ اوردوسرے ایکٹ کے مناسب نفاذکے لئے درخواست کی۔

قانونی سوالات۔

- کیا درخواست میں زکر کردہ مزدورو ں کے بنیادی حقوں کی خلافورزی آئین کے آرٹکل ۳۲ کو متوجحہ کرتی ہیں؟
- کیا اس خط کو رٹ کی درخواست مانا جا سکتا ہے؟
- کیا بنڈ یڈ لیبرسسٹم ابولشن ایکٹ ۱۹۷۶ جبری مشکت کا احاطہ کرتا ہے؟

فیصلہ۔

آئین کا آرٹکل ۳۲ ہر فرد کو انسانی وقار کے ساتھ زندگی گزارنے کا حق دیتا ہے۔یہ اپنی زندگی ریاستی پالیسی کے حدایتی اصول[Directive Principles of State Policy] اور خاص طو ر پر آرٹکل ۳۹ (e)اور(f) ، ۴۱اور ۴۲سے لیتا ہے۔یہ حقوق انسانی وجود کی بنیاد ہیں اورانسان کی زندگی کو بامعانی اور زندہ رہنے کے قابل بناتے ہیں۔

کوئی بھی فرد یا گروہ کسی سماجی یا معاشی ناقابلیت کے سبب آئین کت ارٹکل۳۲ (۱) کے تحت کورٹ جا سکتا ہے۔ مفاد عام کی عرزی[Public Interest Litigation] حکومت اور سرکاری افسروں کے لئے معاشرے کے کمزور اور محروم طبقوں کو بمعانی بنانے اور انہیں سماجی اور معاشی انساف کی یقین دہانی کا مقع ہے۔

کورٹ نے کہا کہ بنڈیڈ لیبرسسٹم ابولشن ایکٹ ۱۹۷۶ جبری مشقت کو بندھوا مزدوری کے طور پر تسلیم کرتا ہے۔ ایکٹ کا زور کسی بھی طرح کی جبری مشقت کے جاری رکھنے کے خلاف ہے۔جب بھی کوئی مزدور جبری مشقت کرتا ہے تو عدا لت یہ قیاس کرتی ہے کہ کسی پیشگی یامعاشی تحافظات کی وجہ سے ہے اور اس لئے وہ بندھوا مزدور ہے۔

اس کے علاوہ عدالت نے کہا کہ مرکزی اور ریاستی حکومتیں آئینی تور پر منیمم ویجیز ایکٹ ۱۹۴۸،پیمنٹ آف ویجیز ایکٹ۱۹۴۸،میٹرنٹی بینفٹ ایکٹ۱۹۶۱، بنڈیڈ لیبر ابولیشن ایکٹ وغیرہ قانونوں کے عمل کو یقینی بنانے پر پابند کرے۔

عدالت نے کہا سب سے اہم ہے کہ مزدوروں کو مختلف قانونوں کے تحتانکے حقوق اور اتحقاق کے بارے میں بتایا جائے۔یہ علم انکو ظلم سے بچائیگااوراپنے حقوق کے لئے لڑنے کا اختیار دیگا۔

ایک شخص کو ذاتی ازادی سے محروم کرنے والے قانون کو آرٹکل ۱۹و۱۲ کے امتحان سے گزرنا ہوگا۔

۱۵۔شیلا برسے
بمقابلہ
ریاست مہاراشٹر

MANU/SC/0382/1983

پس منظر۔

یہ درخواست خاص طور پر پولس لاک اپ میں خواتین قیدیوں کی حفاذت اور ان پر ہو رئے دشدد اور بد سلوکی کے خلاف تحفز اور قیدیوں کے عام قانونی استحقاق وحقوق سے متعالق ہے۔

شیلا برسے ایک صحافی ہے جنہونے ممبئی پلس لاک اپ میں بند خواتین قیدیوں کا انٹرویو لیا ،جس میں انہونے جانا کہ ہر ۱۱ میں سے ۵ خواتین تشدد کا شکار ہے۔اس کے نتیجہ میں انہونے ایک خط لکھا جسے سپریم کورٹ نے رٹ کی درخواست کے طور پر قبول کیا۔ عدالت نے خط کے الزامات کی تصدیق کرنے کے لئے سوشل ورک کالج، بمبئی کے ڈاکٹر اے۔ار۔ دیسائی کو سینٹرل جیل کا دورہ کرنے اور خواتین قیدیوں کا انٹرویو لینے کا حکم دیا۔ ریپورٹ میں خط کے پس منظر کی تصدیق کرتے ہوئے خواتین قیدیو کے سات ہونے والے مسائل اور مشکلات کا تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔اس میں دو غیر ملکی خواتین قیدیو ں کے ایک وکیل کے ذرئے دھوکہ دہی کا واقیعہ بیان کیا گیا ہے۔

قانونی سوالات۔

اس کیس کے مرکذی سوال کو مخاتب کرتے ہوئے عدالت نے ،خط اور ریپورٹ کے انکشافات کے بارے میں کہا کہ ہندوستان کے آئین میں زندگی اور ذاتی ازادی کی زمانت دی گئی ہے خاص طور پر جو مجرم ہیں یا جن قیدیوں پر مقدمہ چل رہا ہے۔

فیصلہ۔

عدالت نے کہا کہ قیدیوں تک قانون کی رسائی کی محرومی آرٹکل ۱۴ میں دئے گئے برابری کے حق اور آرٹکل ۲۱ محفوز زندگی کے حق اور ذاتی ازادی کو خترے میں ڈالتا ہے۔اس نے کہا:

‘‘تصور کرے جیل میں بند قیدی کے حلات جو نہیں جانتا کہ اپنی بے قناہی ثابت کرنے یا اپنے قانونی حقوق اور تشدد و ناروا سلوک سے خو د کو بچانے کے لئے کس سے مدد مانگ سکتے ہیں۔لہذابہت ضروری ہے کہ جیلوں میں قیدیوں کو قانونی مدد فراہم کی جائے وہ زیر سماعت ہو یا سزایافتہ۔’’ لہذا موجودہ کیس میں عدالت نے صرف درخاست کے پس منظر پر توجہ نہیں دی بلکہ مرد و عورت قیدیوں کو قانونی امداد فراہم کرنے کا مقصد بنایا اور مہاراشٹر کی ریاست پر ہدایت جاری کی۔عدالت نے تسلیم کیا کہ اس درخواست نے قیدیوں کی فوری مدد پر روشنی ڈالی ہے اور مہاراشٹر ریاست کے قانونی مدد کمیٹی[Maharashtra State Board of Legal Aid] اور جیل کے انسپکٹر جنرل کو درج ذیل حدایات دی:

. ڈیٹا کی دیکھ بھال۔ مقامی قانونی امداد کمیٹی کو مرد و خواتین کی دو الگ الگ فہرستوں مینمقدمہ چل رہے قیدیوں کی داخلے کیتاریخ اور چارج شدہ جرم بھجے۔ایسے قیدیوں کی فہرست بنائےجو ۱۵ دن سے زیادہ جیل میں ہے اس جرم کے لئےجس میں گرفتاری وارنٹ کی ضرورت نہیں ہوتی۔[Section 41 CrPC]

وکیل کی سہولت۔ جن قیدیوں نے مدد کا اظہار کیا تھا انہیں ضلع قانینی امداد کی طرف سے نامزد وکیل سے بات کرنے کا اسان راستا فراہم کیا جائے۔ قیدیوں سے متعلق تمام جانکاری وکیل کو دی جائے۔

. قیدیوں کے لئے قاونی جانکاری۔ جیل میں نوٹس لگایا جائے جس میں ملنے کے دنوں اور وکیلوں کی صہولت کے بارے میں بتایا جائے۔قیدیوں کو وکیل سے ملنے کی اجازت دی جائے جس کی نگرانی صرف نظر کے ذریعہ سے ہو۔

. رہنمائی کا خیال۔وکیل کا ہر پندراہ دن میں دورا ہوجس سے سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے قانون کے ساتھ ضمانت اور قانونی امداد کے حق کا عمل سیکھا جاسکے۔

عدالت کی طرف سے مندرجہ بالا رہنمائی قانون کے پیشے اور اس کے حقیقی مقصد کو پورا کرنے کے لئے مندرجہ ذیل دلیل کی روشنی میں جاری کئے گئے تھے:

‘‘وکیلوں کو یہ سمجھنا چاہئے کی قانون کوئی خوشگوار پسپائی نیئں ہے جو مقننہ کے بنائے قانون کی محض تشریح سے متعلق ہے بلکہ ایک کھلا ہوا راستہ ہے جس سے انسانی وجود گزرتا ہے۔’’

عدالت نے پولس لاک اپ میں بند خواتین کی حفاظت کے لئے کئی حدایات جاری کی:

. خواتین قیدیوں کے لئے الگ لاک اپ جس کی حفاظت خواتین کانسٹبل کرے۔ ان لاک کی تعداد ۳ سے بڑھا کیر ۵ کر دی جائے۔

. خواتین قیدیوں کی پوچھ تاچھ صرف خواتین کانسٹیبل ؟پالس افسر کے سامنے ہو۔

گرفتار شخص کے ضابطہ اخلاق کے حوالے سے درجہ ذیل حدایات بھی جاری کی گئی:

. گرفتاری کے بعد،قریبی قانونی امداد کمیٹی کو رابتہ کیا جائے اور گرفتار شخص کو فوری مدد فراہم کی جائے جس کا سارا خرچ ریاست برداشت کرے گی۔
. گرفتاری کے بعد، گھروالے اور دوست کے نام لئے جائے جنہیں گرفتار شخص اطلاع دینا جائے ۔
. گرفتاری کے بعد، جس مجسٹریٹ کے سامنے گرفتار شخص کو لے جایا جائے وہ حراست میں بدسلوکی کے بارے میں پوچھے اور کوڈ اف کریمنل پروسجر
کے سکشن ۵۴ کے تحت گرفتاری کے بعد پوچھ تاچھ کے حق کے بارے میں بتائے۔

۱۶۔اولگا ٹیلس اور دیگر
بمقابلہ
بمبئی منسپل کارپوریشن
MANU/SC/0039/1985

پس منظر۔

صحافی اولگا ٹیلس اور دوکچی ابادی کے رہنے والوں نے رٹ کی درخواست دائر کی جن کے گھر مہاراشٹر خکومت کے نمنئی منسپل ایکٹ۱۸۸۸،[Bombay Municipal Act, 1888] کے تحت کچی بستٰوں کے گھر حٹانے کے حکم پر انکے گھر گرا دئے گئے۔
درخواست گزاروں کا دوسرا گروپ جن کی درخواست اسی کے ساتھ سونی گئی دو الگ کچی بستی سے تعلق رکھتے ہیں، ان کا الزام تھا کی انہں انکی بستی سے نکال نےکی کوشش کی گئی حالانکہ انہونیے حکومت سے افسران کے لے جانے پر حکم امتناعی حاصل کیا تھا ۔

قانون کے سوالات۔

- کیا آرٹکل ۳۲ کے دائرے میں رہتے ہوئے بنیادی حقوق کے نافذ کے خلاف روک حاصل کی جا سکتی ہے؟
- کیا اجبری بے دکھلی اور گھروں کو حٹاناکچی بستی میں رہنے والوں کو جینے کے حق کو آئین کے آرٹکل ۲۱ میں دیا گے حق سے محروم کرتا ہے اورقبضہ و رہنے کے حق جو آرٹکل ۱۹(۱)(e)اور ۱۹(۱)(g)کے خلاف ہیں؟
- کیا بمبئی منسپل ایکٹ کے سیکشن ۳۱۴، سیکشن ۳۱۲و ۳۱۳ کے ساتھ جو منسپل کمشنر کو حق دیتا ہے کہ بغر اطلاع کے کسی بھی چیز یا گھر کو سڑک سے ہٹانا ، معقول اور منصفانہ ہے؟

فیصلہ۔

کورٹ نے کہا کہ درخواست آرٹکل ۳۲ کے تحت قابل سماعت ہے جو بنیادی حقوق کی خلاف ورزی کے معاملے میں سپریم کورٹ سے روجوع کرنے کا حق دیتی ہے اور آئین کے خلاف کوئی روک نہیں لگائی جا سکتی۔کورٹ نے کہا:

"کوئی فرد آئین کی طرف سے دی گئی آزادیوں کو کسی چیز کے بدلے نہیں دے سکتا۔ ایسی کاروائی اس کی طرف سے دی گئی رعایت کہ اس کے پاس کوئی بنیادی حق نہیں ہے ،چاہے قانون کی غلتی کے تحت ہو یا کسی دوسری صورت میں، اس کے خلاف یا بعد کی کسی کاروائی میں روک نہیں سکتا۔اس طرح کی رعایت اگر نافذ کہ گئی تو آئین کا مقصد ختم ہو جائے گا۔"

اگلاسوال جس پر عدالت نے ہندوستان کے آئین کے آرٹکل ۲۱ کے متعلق جواب دیا:"کسی بھی شخص کو اسکی زندگی یا ذاتی آزادی سے محروم نہیں کیا جا سکتا سوائے قانون کے قائم کئے ہوے طریقہ کے"۔یہ تنازعہ کیا زندگے کے حق کا مطلب ذریعہ معاش کا حق ہے جب کہ سپریم کورٹ نے واضعہ طور پر کہا کہ ذریعہ معاش کو یقینی بنائے بغیر زندگی کا حق بے معانی ہے۔کورٹ نے کہا:

‘‘کوئی بھی انسان زندگی کے اسباب یعنی ذریعہ معاش کے بغیر نہیں رہ سکتا۔اگر ذریعہ معاش کو آئین کے زندگی کے حق کا حصہ نہیں مانا گیا تو کسی انسان کو اسکے جینے کے حق سے محروم کرنے کا سب سے اسان طریقہ ذریعہ معاش سے مھروم کرنا ہوگا۔اس طرح کی محرومی نہ صرف زندگی کے موثر مواد اور معنی کو ختم کرے گی بلکہ اس سے زندی گزارنا ناممکن ہو جائے گا۔اور اس کے باوجود اس طرح کی محرومی قانون کے ذریعہ قائم کردہ طریقہ کار کے مطابق نہین ہوگی اگر ذریعہ معاش کو زندگی کے حق کا حصہ نا سمجھا جائے۔’’

کچی بستی میں رہنے والوں کے حالات و معاشی مجبوریوں کو دیکھتے ہوئے سپریم کورٹ نے کہا کہ قبضہ اور رہنے کا حق آرٹکل ۱۹(۱) (e) و (g) میں دیا ہوا ہے جس کی خلاف ورزی بنبئی میونسپل کارپوریشن آیکٹ ۱۸۸۸ رہائش گاہ سے نکال کر کر راہ ہے۔

"''اگر ریاست کی زمہ داری ہے کہ شہریوں کو ذریعہ معاش اور کام کرنے کا حق فراہم کرے تو یہ سراسر نہ انسافی ہوگی کہ ذریعہ معاش کے حق کو زندگی جینے سے ہٹا دیا جائے۔''

آرٹکل ۲۱ کے دوسرے حصہ میں 'قانون کے ذریعہ قائم کردہ طریقہ کار'کے بارے میں عدالت نے کہا کہ سیکشن۳۱۴حقیقت میں درست قانون ہے اور کسی بھی طرح سے غیر معقول نہیں ہے کیونکہ یہ شق قابل عمل تھی نہ کوئی مجبوری ، افسر کوضرورت پڑھنے پر سڑک سے کسی بھی چیز کو بنا اطلاع کے ہٹانے کا حق ہے۔

عدالت نے واضح کیا کہ اس طرح کی 'ضرورت' کو احتیات سے سمجھنا چاہئے اورصرف اس وقت استعمال کیا جائے جب کوئی دوسرا اختیا ر نہ ہو۔اس کیس میں عدالت نے کہا کہ 'سننے کا حق' سڑک پر رہنے والوں کوبھی ہونا چاہئے یعنی بے دخلی سے پہلے انہیں اطلع دی جانی چاہیئے تھی۔اس استدلال کی روشنی میں عدالت نے ایک ماہ کی اطعلہ کے ساتھ دوسری رہنے کی جگہ کے انطام کے ساتھ بے دخل کرنے کا حکم جاری کیا ۔

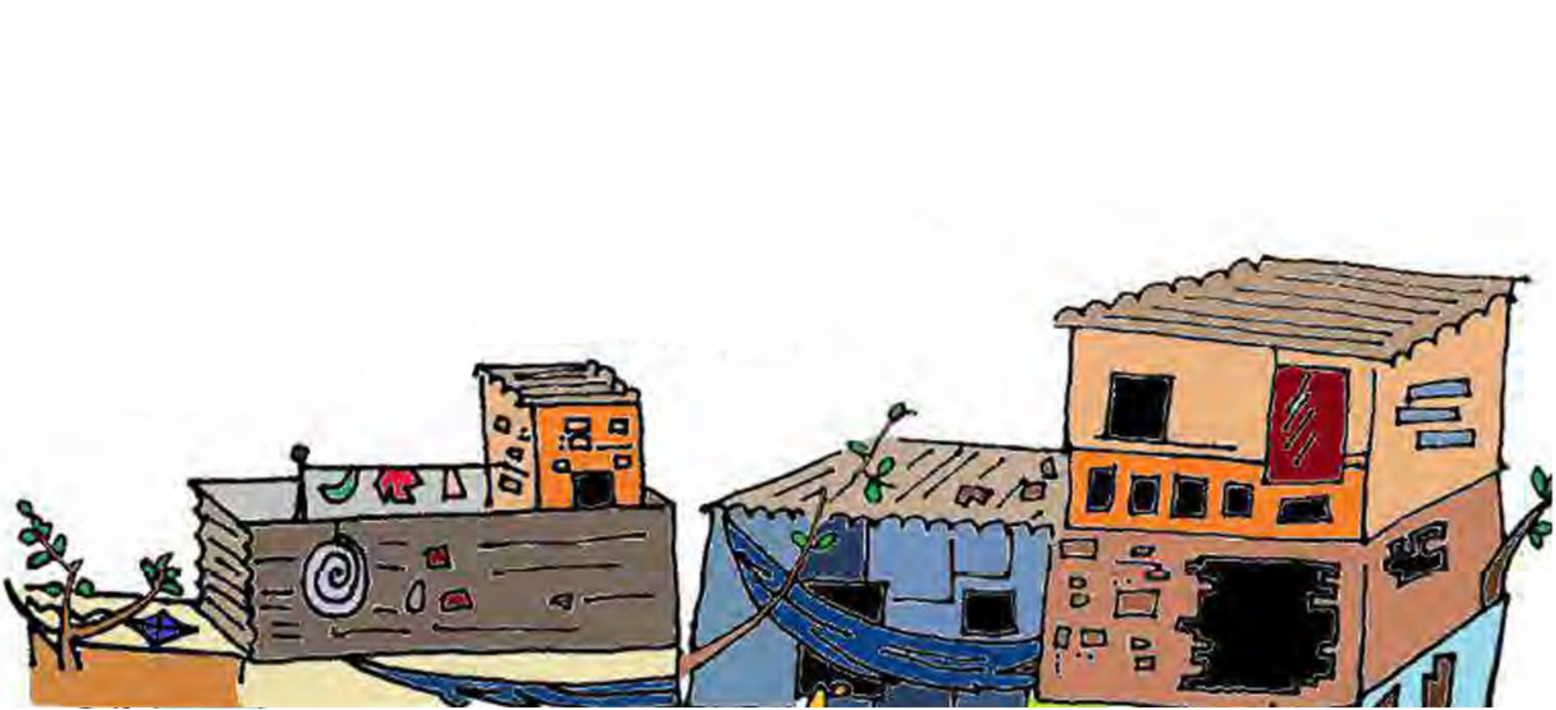

۱۷-محمد احمد خان
بمقابلہ
شاہ بانو بیگم اور دیگ

MANU/SC/0194/1985

پس منظر

اس مقدمہ میں اپیل کنندہ نے ۱۹۳۲ء میں مدعا علیہ سے شادی کی تھی۔۱۹۷۵ء میں، اپیل کنندہ، شوہر نے مدعا علیہ، بیوی کو ازدواجی گھر سے نکال دیا اور۱۹۷۸ء میں مدعا علیہ نے جرمی عمل کے کوڈ[Criminal Procedure Code] کی شق ۱۲۵ کے تحت کفالت کے لئے درخواست دائر کی۔ اسی سال میں، اپیل کنندہ نے غیر قابل ترک طلاق کے ذریعے مدعا علیہ کو طلاق دی اور اسی دوران اپنی دفاع کرتے ہوئے کہا کہ جیسا کہ مسلمان شخصی قانون کے تحت مطلوب ہوتا ہے، کیونکہ اب وہ اس کی بیوی نہیں رہیں اور اس نے پہلے ہی عدت کے دوران مہر ادا کر دیا ہے، لہذا اس کے پاس اس کی کفالت کرنے کا کوئی تعلق نہیں رہا۔

۱۹۷۹ء میں، ایک مجسٹریٹ کے حکم نے اپیل کنندہ کوہر مہینے ۲۵ روبی می معمولی رقم ادا کی جائے ۔ مدھیہ پردیش کے ہائی کورٹ نے اس رقم کو بڑھا کر روپے ۱۷۹.۲۰ فی مہینہ کر دیا۔ اپیل کنندہ شوہر نے خصوصی رٹ پٹیشن کے ذریعے سپریم کورٹ میں اپیل کی۔

قانونی سوالات

عدالت کے سامنے سوال یہ تھا کہ کیا سی آر پی سی کی دفعہ ۱۲۵ کی دفعات فریقین پر حکومت کرنے والے پرسنل لا کی دفعات سے اوپر چل سکتی ہیں؟ اور عدالتیں یکساں سول کوڈ[Uniform Civil Code]کی طرف ایک قدم اٹھانے میں کیا کردار ادا کرتی ہیں جو کہ آئین کے آرٹیکل۴۴ میں ہر شہری پر حکمرانی کرنے والے عال قانون کا ذاتی قوانین کی جگہ لینے کا تصور کرتی ہے۔

فیصلہ

عدالت نے کہا کہ سی آر پی سی کا دفعہ ۱۲۵ "حقیقت میں سیکولر نوعیت کا ہے" اور اس دفعہ کا مقصد اس بات کو یقینی بنانا تھا کہ ان لوگوں کے لئے ایک تیز اور خلاصہ علاج موجود ہے جن کے پاس اپنے آپ کو برقرار رکھنے کے ذرائع نہیں ہیں۔ عدالت نے مزید کہا۔ کہ اگر کافی وسائل رکھنے والا کوئی شخص کسی زیر کفالت کو کفالت میں کوتاہی کرتا پایا گیا تو سی آر پی سی کی دفعہ ۱۲۵ کی طرف متوجہ کیا جائے گا۔اس شق کے تحت حقوق فریقین کے ذاتی قوانین سے قطع نظر کھڑے ہوں گے۔عدالت نے یہ بھی قرار دیا کہ شوہر کی کفالت کی ذمہ داری صرف عدت کی مدت تک محدود نہیں ہے بلکہ اس وقت تک جب تک کہ بیوی اپنے آپنی کفالت نہ کر سکے یا دوبارہ شادی کر لے، یہاں تک کہ جب عدت ختم ہو جائے۔ یکساں سول کوڈ کی اہمیت پر عدالت نے کہا،

”ایک کامن سول کوڈ نظریات رکھنے والے قوانین سے مختلف وفاداریوں کو ختم کرکے قومی یکجہتی کے مقصد میں مدد کرے گا۔ کوئی بھی برادری اس معاملے پر بلاجواز رعایتیں دے کر بلی کو گھنٹی نہیں لگائے گی۔ ملک کے شہریوں کے لیے یکساں سول کوڈ کا تحفظ اور بلاشبہ اس کے پاس ایسا کرنے کی قانون سازی کی اہلیت ہے، ہم مختلف مذاہب اور قائل افراد کو ایک مشترکہ پلیٹ فارم پر لانے میں درپیش مشکلات کو سمجھتے ہیں، لیکن ایک آغاز تو کرنا ہوگا۔ اگر آئین کا کوئی مطلب ہونا ہے تو لامحالہ مصلح کا کردار عدالتوں کو ہی ادا کرنا پڑتا ہے کیونکہ جب ناانصافی اتنی واضح ہو تو اسے برداشت کرنے کی اجازت دینا حساس ذہنوں کی طاقت سے باہر ہے۔ پرسنل لاز کے درمیان فرق کو ختم کرنے کے لیے کامن سول کوڈ کی جگہ نہیں لے سکتی۔ سب کے لیے انصاف کی فراہمی کا ایک مقدمے سے مقدمے کے انصاف سے کہیں زیادہ تسلی بخش طریقہ ہے۔“

۱۸۔گاؤں کی مختلفات اور حقوق کینڈرا مقابلہ
ریاست اُتر پردیش

MANU/SC/0043/1985 اور MANU/SC//0111/1986

پس منظر

عدالت نے موجودہ کیس میں درخواست گزار کی طرف سے ملنے والے خط کو رٹ پٹیشن کے طور پر سمجھا۔ خط میں درخواست گزار نے الزام لگایا کہ چونے کے پتھر کی کانوں کی کان کنی جو مسوری کی پہاڑیوں میں اور اس کے آس پاس کی جا رہی ہے اس سے علاقے کی ماحولیات پر برا اثر پڑ رہا ہے اور ماحولیاتی خرابی پیدا ہو رہی ہے اور بارہماسی پانی کے چشمے متاثر ہو رہے ہیں۔

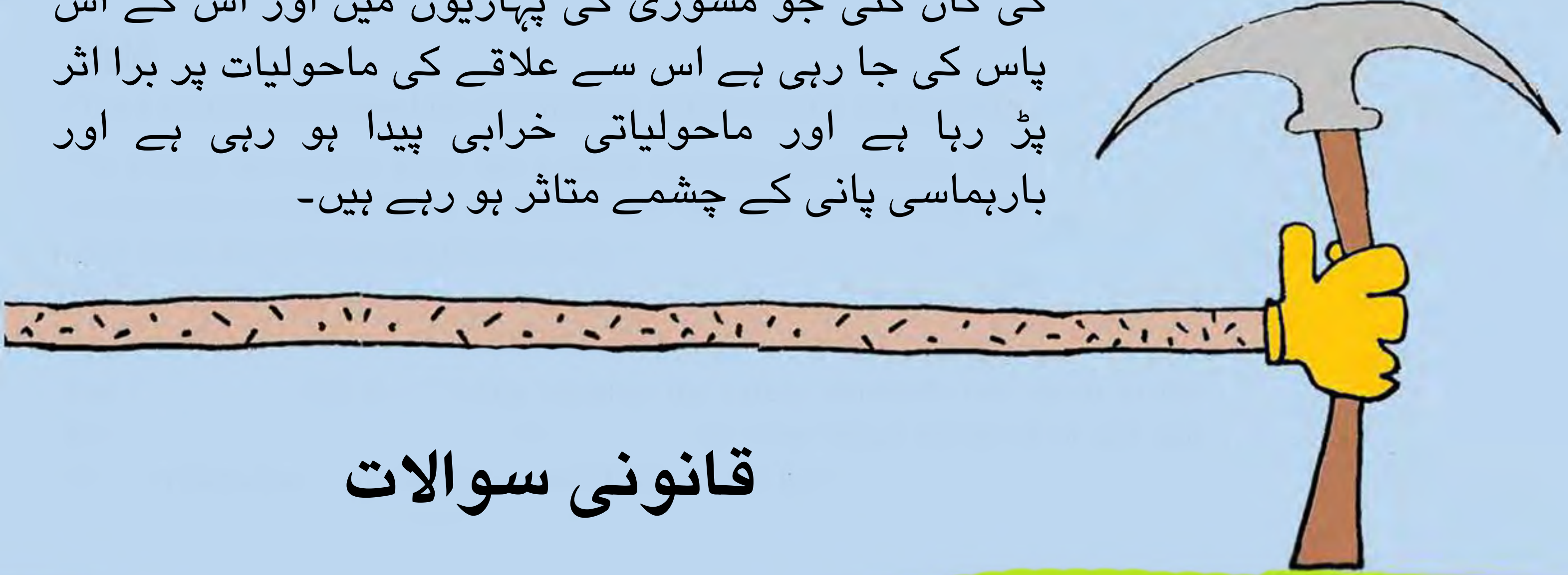

قانونی سوالات

عدالت نے اپنے فیصلے میں تحفظ اور ترقی کے جڑواں مقاصد کے درمیان توازن قائم کرنے کی کوشش کی۔

فیصلہ

عدالت نے اس کیس کی اہمیت کو یہ کہتے ہوئے تسلیم کیا کہ، "یہ ترقی اور تحفظ کے درمیان فرق کو تیزی سے توجہ میں لاتا ہے اور ملک کے وسیع تر مفاد میں دونوں کے درمیان مفاہمت کی ضرورت پر زور دیتا ہے۔"

اس بات کا تعین کرنے کے مقصد سے کیا مائنز ایکٹ، ۱۹۵۲[Mines Act, 1952] میں وضع کردہ حفاظتی معیارات اور کیا مائنز رولز کا مشاہدہ کیا جا رہا ہے یا نہیں اور کیا لینڈ سلائیڈنگ کا کوئی خطرہ ہے یا افراد، مویشیوں یا کھیتی کی زمینوں کے لیے کوئی خطرہ ہے۔ کان کنی کے آپریشن کے لیے کورٹ نے بھرگوا کمیٹی کا تقرر کیا۔ کمیٹی نے اپنی رپورٹ میں چونا پتھر کی کانوں کو تین زمروں میں تقسیم کیا ہے۔ زمرہ B ، A اور C، زمرہ A میں سب سے کم اور زمرہ C میں سب سے زیادہ برے اثرات ہوتے ہیں۔

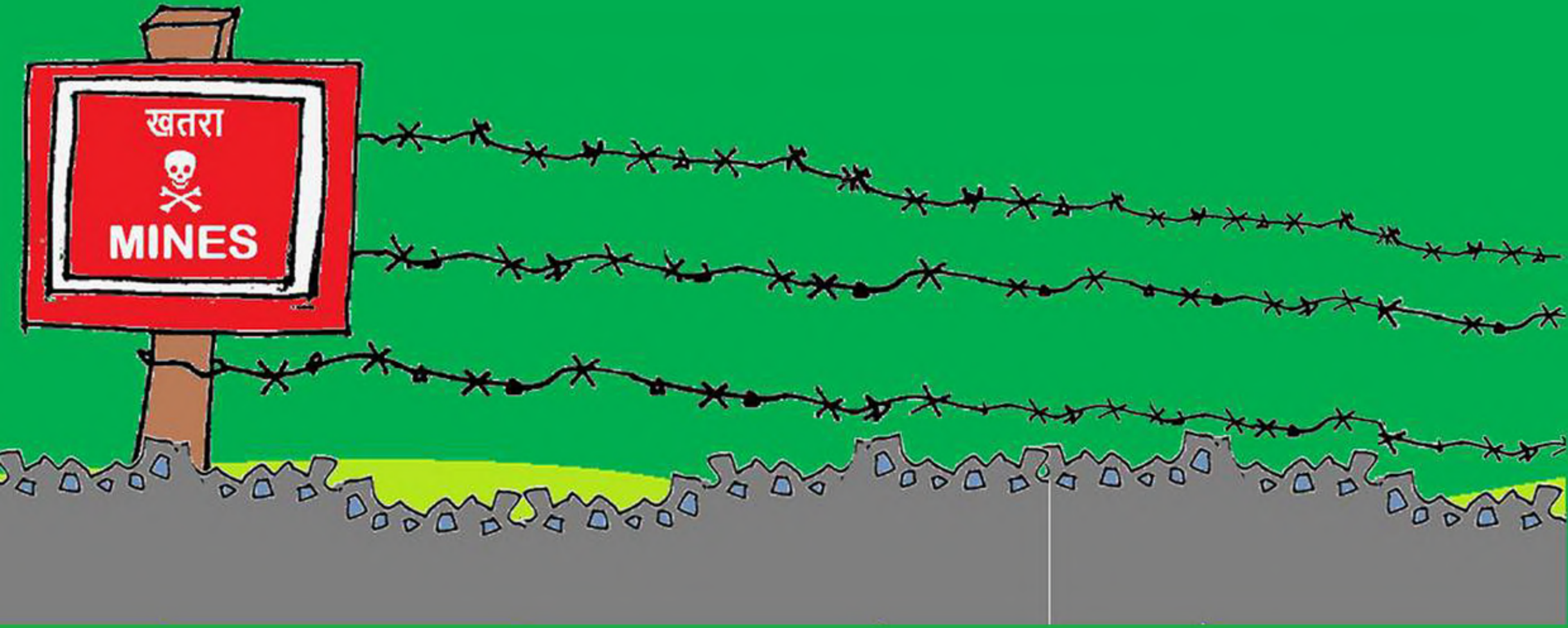

رپورٹس کے تقابلی تجزیے کے بعد عدالت نے درج ذیل ہدایات دیں۔

- بھرگوا کمیٹی کی رپورٹ میں زمرہ (c) میں درجہ بندی کی گئی چونا پتھر کی کانوں کو بند کیا جانا چاہیے۔ کان کنی کی کارروائیوں کو جاری رکھنے کی اجازت دینے والے کسی بھی عدالت سے حاصل کیا گیا کوئی حکم امتناعی تحلیل ہو جائے گا۔ مزید برآں ان چونا پتھر کی کانوں کے سلسلے میں لیز بھی بغیر کسی ذمہ داری کے ریاست اتر پردیش کے خلاف ختم ہو جائیں گی۔

- بھرگوا ا کمیٹی رپورٹ کی چونا پتھر کی کانوں کی درجہ بندی A زمرہ اور/یا ورکنگ گروپ رپورٹ کی زمرہ I کا تعلق ہے، انہیں دو کلاسوں میں تقسیم کیا جانا چاہیے۔ ایک طبقہ ان لوگوں پر مشتمل ہے جو مسوری کے شہر کی حدود میں ہیں اور دوسرا طبقہ ان پرمشتمل ہے جو شہر کی حدود سے باہر ہیں۔ مسوری کے شہر کی حدود سے باہر آنے والی چونا پتھر کی کانوں کو مائنز ایکٹ، ۱۹۵۲، میٹیلیفرس مائنز ریگولیشنز،۱۹۶۱[Metalliferous Mines Regulations, 1961] اور دیگر متعلقہ قوانین، قواعد و ضوابط کے تقاضوں کے مطابق کام کرنے کی اجازت دی جانی چاہیے۔

چونا پتھر کی کانوں سے کرایہ داروں کو حاصل ہونے والے معاشی فوائد پر لوگوں کی فلاح و بہبود کو ترجیح دیتے ہوئے، عدالت نے کہا:
"اس سے بلاشبہ کان کنوں کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا لیکن یہ ایک ایسی قیمت ہے جو لوگوں کے صحت مند ماحول میں رہنے کے حق کے تحفظ اور ماحولیاتی توازن کو کم سے کم بگاڑ کے ساتھ اور ان کے اور ان کے مویشیوں، مکانات اور کھیتی کی زمین اور ہوا، پانی اور ماحول کا بے جا اثر کے لیے قابل گریز خطرے کے بغیر ادا کرنے کے لیے ادا کرنا ہوگی ۔"

تاہم عدالت نے چونا پتھر کی کانوں کو لیز پر دینے والوں کے تئیں کچھ حد تک حساسیت کا مظاہرہ کیا اور اس بات کا خیال رکھتے ہوئے کہ اس کے حکم کے نتیجے میں بند کانوں میں کام کرنے والے مزدور بے روزگار ہو جائیں گے۔ اس سلسلے میں، اس نے حکومت ہند اور ریاست یوپی کو ہدایت دی کہ جب بھی ریاست کے کسی دوسرے علاقے کو چونا پتھر کی گرانٹ کھلی جائے گی، اس حکم کے نتیجے میں بے گھر ہونے والے پٹہ داروں کو لیزگرانٹ میں ترجیح دی جائے گی۔

ان علاقوں میں جنگلات اور مٹی کے تحفظ کے پروگرام تجویز کرنے کے علاوہ جو اب کان کنی کے کاموں کے تحت نہیں ہیں، عدالت نے آئین کے آرٹیکل ۵۱ اے کا استعمال کرتے ہوئے شہریوں کو ماحولیات کے تحفظ کے لیے ان کے بنیادی فرض کی یاد دہانی کرائی۔ اس نے منعقد کیا:
ماحول کا تحفظ اور ماحولیاتی توازن کو متاثر نہ کرنا ایک ایسا کام ہے جو نہ صرف" حکومتوں کو بلکہ ہر شہری کو بھی کرنا چاہیے۔ یہ ایک سماجی فریضہ ہے اور اسے ہر شہری کو نبھانا چاہیے۔ یہ ایک سماجی ذمہ داری ہے اور ہر ہندوستانی شہری کو یاد دلایا جاتا ہے کہ یہ اس کا بنیادی فرض ہے جیسا کہ آئین کے آرٹیکل ۵۱ (A) (g)) میں درج ہے۔

۱۹-میری رائے
بمقابلہ
ریاست کیرالہ

MANU/SC/
0716/1986

پس منظر

درخواست گزار نے اپنے تجربے سے مشتعل ہوکر ٹراوانکور کی شامی عیسائی برادری سے تعلق رکھنے والی ہندوستانی خواتین کو ہندوستانی جانشینی ایکٹ Indian Succession Act,]۱۹۲۵ 1925] کے دائرہ کار میں لاکر برابر وراثت کے حقوق حاصل کرنے کی کوشش کی-

آئین کے آرٹیکل ۳۲ کے تحت دائر کی گئی درخواست میں کہا گیا ہے کہ ٹراوانکور کرسچن سکسیشن ایکٹ،۱۰۹۲ کے سیکشن۲۸،۲۴ اور۲۹ میں درج ذیل دفعات خواتین کے ساتھ فرق کرتی ہیں اور آرٹیکل۱۴کے ذریعہ فراہم کردہ برابری کے ان کے آئینی حق کی خلاف ورزی کرتی ہیں۔

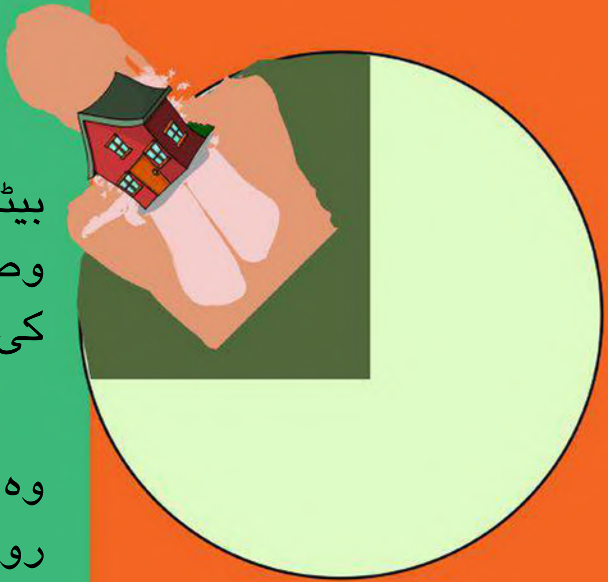

- بیٹی کو وصیت کی جائیداد میں (موت کے وقت وصیت نہ ہونا) بیٹے کے برابر حصہ حاصل کرنے کی حقدار نہیں تھی۔

- وہ بیٹے کے حصہ کا چوتھائی حصہ یا ۵۰۰۰ روپے کی حقدار تھی، جو بھی کم ہو۔

- بیٹی کسی بھی چیز کی حقدار نہیں تھی اگر "ستریدھن" کا وعدہ کیا گیا ہو یا اسکے ریاستی، یا اس کی بیوی، شوہر یا ان کے وارثوں نے فراہم کیا ہو۔

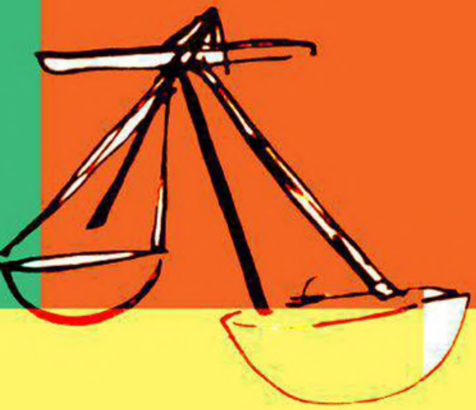

قانونی سوالات

- کیا ٹراوانکور کرسچن سکشن ایکٹ۱۰۹۲ کی دفعات آئین سے الٹرا وائرس[ultra vires] تھیں؟

- کیا، پارٹ-بی اسٹیٹس (لاز) ایکٹ، ۱۹۵۱[Part-B States {Laws} Act, 1951] کے نفاذ کے ساتھ، انڈین جانشینی ایکٹ۱۹۲۵ یا ٹراوانکور کرسچن سکشن ایکٹ،۱۰۹۲ کے تحت انٹیسٹیٹ جانشینی کا انتظام کیا جانا تھا؟

فیصلہ

سوال میں قانون سازی کی تاریخ کا سراغ لگاتے ہوئے، یعنی ٹراوانکور کرسچن سکسیشن ایکٹ، ۱۰۹۲،کا عدالت نے مشاہدہ کیا کہ۱۹۴۹ سے پہلے، ٹراوانکور کرسچن سکسیشن ایکٹ،۱۰۹۲، تراوانکور کی شاہی ریاست کے ہندوستانی عیسائی برادری کے لوگوں کی جائیداد کی وراثتی جانشینی پر لاگو ہوتا تھا۔ تاہم، ۱۹۴۹ کے بعد، ریاست تراوانکور کے ریاست کوچین کے ساتھ ملنے اورتراوانکور-کوچین حصہ کی ریاست بننے سے پارلمینٹ نے پارٹ-بی اسٹیٹس [لاز] ایکٹ بنایا ۔ پارٹ بی اسٹیٹس (لاز) ایکٹ نے تمام پارٹ بی ریاستوں پر انڈین جانشینی ایکٹ، ۱۹۲۵ کے لاگو کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔

عدالت نے کیس کا فیصلہ کرتے ہوئے کہا کہ پارٹ-بی اسٹیٹس (قانون) ایکٹ نے ٹراوانکور ایکٹ کے عمل کو خارج کردیا اور اس طرح اس ایکٹ کی آئینی حیثیت کے پہلے سوال کی جانچ کرنے کی ضرورت کو ختم کردیا۔

عدالت نے قائم کیا کہ ۱ اپریل ۱۹۵۱ سے ریاست کیرالہ کے تراونکور علاقے کے عیسائیوں کے درمیان وراثتی جانشینی پر لاگو قانون ہندوستانی جانشینی ایکٹ،۱۹۲۵ہے۔ اس کے بعد، کیرالہ کی ہائی کورٹ نے فیصلہ دیا کہ کوچین عیسائی جانشینی ایکٹ، ۱۹۲۱۔ پارٹ بی اسٹیٹس (لاز) ایکٹ۱۹۵۱ کے ذریعے بھی رد کر دیا گیا۔

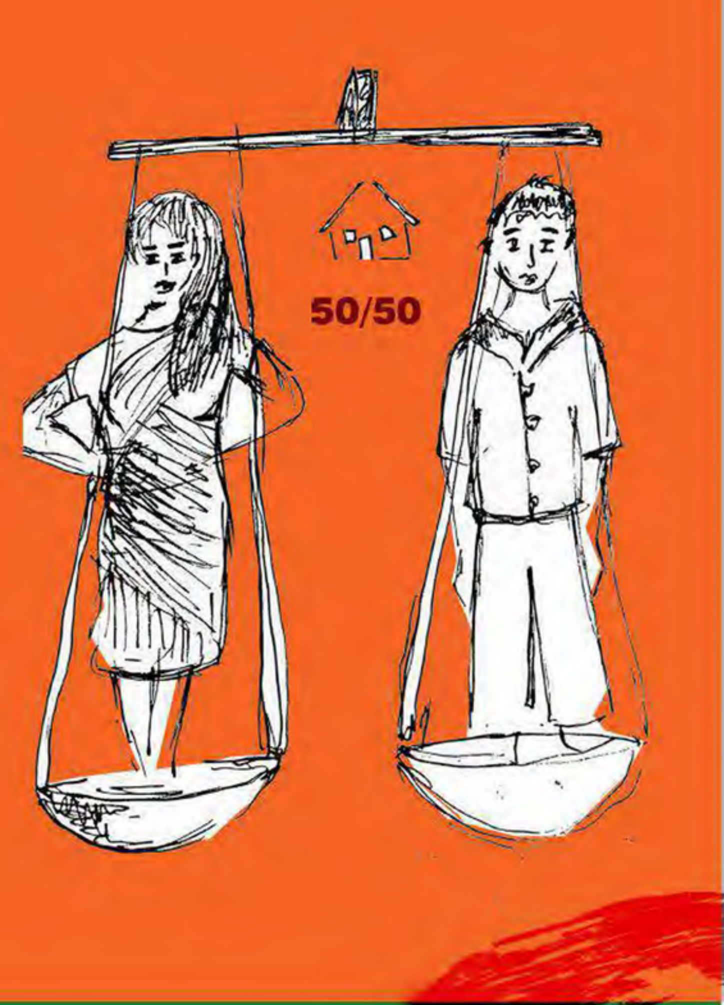

سپریم کورٹ نے شامی عیسائی خواتین کو ان کے والد کی جائیداد میں برابر حصہ کا حقدار قرار دیا۔ اس سے انہیں باقی ہندوستان میں عیسائی برادری کے لوحوں کی طرح حقوق حاصل ہوئے جن پر ہندوستانی جانشینی ایکٹ ۱۹۲۵ کے تحت حکومت تھی۔

اس فیصلے کے ذریعے پورے ہندوستان میں عیسائیوں پر ہندوستانی جانشینی ایکٹ، ۱۹۲۵ کے تحت حکومت کی گئی جس نے یہ فراہم کیا کہ وراثت کی جائیداد کو مرد اور خواتین کے بچوں میں یکساں طور پر تقسیم کیا جائے۔

۲۰-اندرا ساہنی اور اورس
بمقابلہ
یونین آف انڈیا
MANU/SC/01 04/1993

پس منظر

آزادی کے بعد سے، ہندوستانی حکومت نے مثبت کارروائی کو ادارہ جاتی بنانے اور پہلے اور دوسرے پسماندہ طبقات کمیشن کی شکل میں ہندوستان کے آئین میں درج کچھ دفعات کو محسوس کرنے اور منڈل کمیشن کی سفارشات کے نفاذ کے لیے کئی عمل کیے ہیں۔ مرکزی حکومتوں اور دفاتر میں ملازمتوں کے لیے ۲۷ فیصد ریزرویشن کے حوالے سے۔

قانونی سوالات

آئین کے آرٹیکل ۱۶(۱) اور ۱۶(۴) کے درمیان دائرہ کار، وسعت اور باہمی تعلق۔

اصطلاح "شہریوں کا پسماندہ طبقہ" کے معنی پر وضاحت۔

شناخت کا معیار۔

موجودہ رزرویشن کی نوعیت اور حد۔

منڈل کمیشن کی سفارشات کے اطلاق پر، بڑے پیمانے پر طلبہ کی بغاوتوں اور فسادات کے ساتھ ردعمل تیزی سے سامنے آیا ۔

ان واقعات کے پس منظر میں سپریم کورٹ نے ان تمام درخواستوں کو اپنے پاس منتقل کر دیا جو ان پر عمل درآمد کو چیلنج کر رہی تھیں۔

فیصلہ

بنچ کی رائے تھی کہ آرٹیکل ۱۶(۴) آرٹیکل۱۶(۱) سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ ججوں کی اکثریت کا خیال تھا کہ آرٹیکل ۱۶(۴) صرف رزرویشن کے مکمل تصور کے لیے رزرویشن سے بھرپور ہے۔ عدالت کے سامنے اگلا کام "شہریوں کے پسماندہ طبقے" کی اصطلاح سے متعلق تھا۔

عدالت نے کہا کہ بھرتی کے ابتدائی مرحلے میں شہریوں کے پسماندہ طبقے کے حق میں رزرویشن کیے جا سکتے ہیں لیکن ایک بار جب وہ سروس میں داخل ہو جاتے ہیں تو انتظامیہ کی کارکردگی کا تقاضا ہے کہ یہ ممبران بھی دوسروں سے مقابلہ کریں اور دوسروں کی طرح ترقی حاصل کریں۔ اس کے بعد مزید فرق نہیں کیا جا سکتا۔ کسی کے پورے کیریئر میں بیساکھی فراہم نہیں کی جا سکتی۔ یہ نہ انتظامیہ کی کارکردگی کے مفاد میں ہوگا اور نہ ہی قوم کے وسیع تر مفاد میں۔

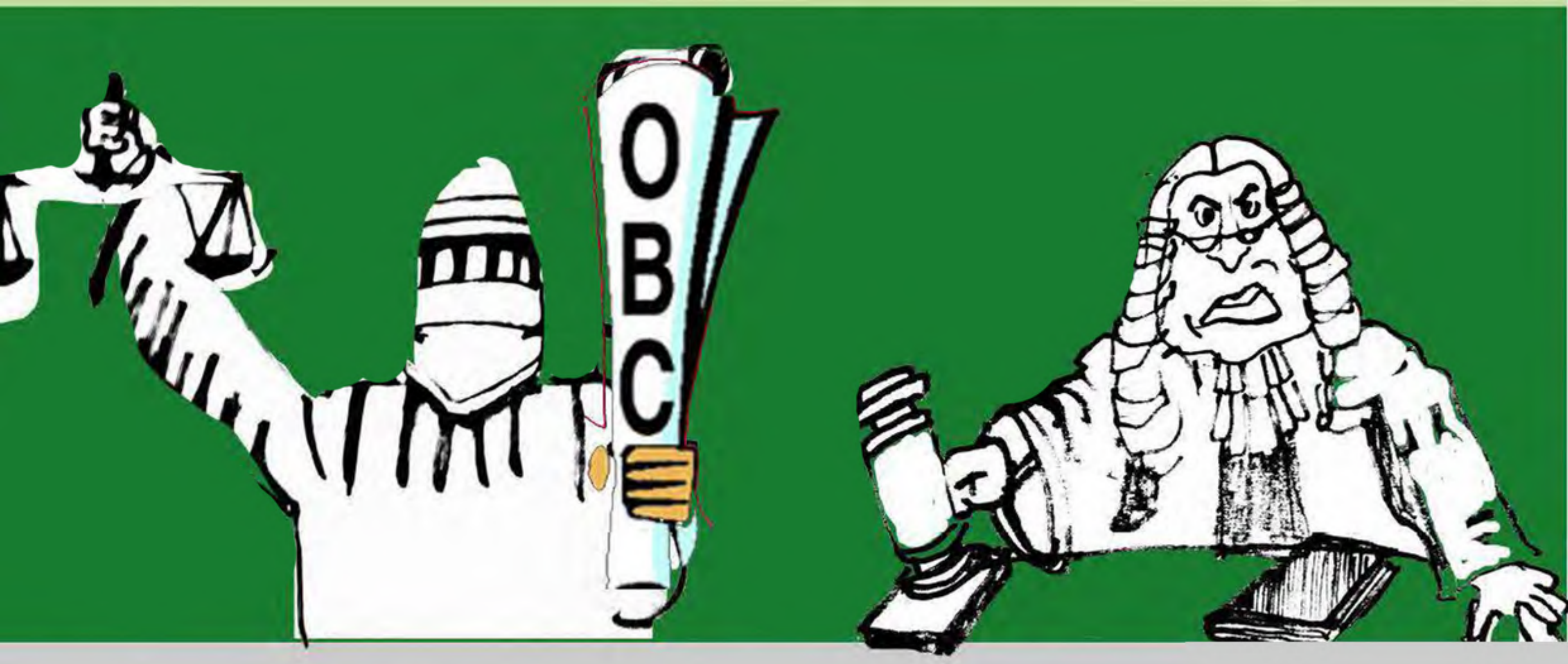

اس کے بعد عدالت نے خود کو "شہریوں کے پسماندہ طبقے" کی شناخت کے معیار سے منسلک کیا۔ ان تمام درخواست گزاروں کو تسلیم کرتے ہوئے جنہوں نے الزام لگایا تھا کہ جو لوگ باقاعدہ معیار کی وجہ سے پسماندہ طبقے میں آتے ہیں ان میں وہ لوگ شامل ہیں جو معاشی طور پر ترقی یافتہ ہیں اور ریزرویشن کی پالیسیوں کا ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں، عدالت نے "مینز ٹیسٹ" لاگو کیا اور کریمی لیئر[creamy layer] کے نظریے کو تیار کیا۔ اس نے منعقد کیا:

"ان تمام باتوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے، ہم حکومت ہند کو ہدایت دیتے ہیں کہ اخراج کی بنیاد چاہے آمدنی کی بنیاد پر، ہولڈنگ کی حد یا دوسری صورت میں - 'کریمی لیئر' کی بنیاد پرہوگی۔ یہ جلد از جلد کیا جائے گا، لیکن چار مہینوں سے زیادہ نہ ہو۔ اس طرح کے وضاحت پر مستثنیٰ اصول کے دائرے میں آنے والے افراد دیگر پسماندہ طبقات کے رکن نہیں رہیں گے جس کا احاطہ آرٹیکل ۱۶(۴) کے مقصد سے شہریوں کے پسماندہ طبقے سے ہوتا ہے۔"

عدالت میں رزرویشن کی نوعیت اور دائرہ کار کے حوالے سے

- OBCs کے اندر ذیلی درجہ بندی: "اگر درج فہرست قبائل، درج فہرست ذاتوں اور دیگر پسماندہ طبقات کو ایک ساتھ ملایا جائے تو O.B.Cs درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائل کو اونچے اور خشک چھوڑ کر تمام اہدوں کو چھین لیں گے۔ یہی منطق مزید پسماندہ اور پسماندہ کے درمیان درجہ بندی کی بھی ضمانت دیتی ہے ۔ ہمارا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم دوبارہ کہہ سکتے ہیں کہ ایسا کیا جانا چاہیے۔

- ایک بار کا ریزرویشن: عدالت نے یہ کہتے ہوئے کہ رزرویشن ایک ابتدائی معاملہ تھا جو ترقیوں تک نہیں بڑھایا گیا کہا، تحفظات میرٹ کے خلاف نہیں ہیں۔ "یہ ناقابل تردید ہے کہ قدرت نے پسماندہ طبقات کے ممبروں پر بھی اتنا ہی میرٹ دیا ہے جتنا کہ اس نے دوسرے طبقوں کے ممبروں کو عطا کیا ہے اور جو چیز درکار ہے اسے ثابت کرنے کا موقع ہے۔ "

- ۵۰% اصول: ریزرویشنز دئے گئے ۵۰% سے زیادہ نہیں ہونے چاہئیں، لیکن غیر معمولی حالات میں اس اصول میں کچھ نرمی انتہائی احتیاط کے ساتھ دی جا سکتی ہے۔

۲۱-اننی کرشنن
بمقابلہ
ریاست آندھرا پردیش
MANU/SC/0333/1993

پس منظر

اس کیس میں ایک خاص نجی پیشہ ورانہ تعلیمی سہولیات کی طرف سے ایسے اداروں کی طرف سے وصول کی جانے والی فیس کو ریگولیٹ کرنے والے ریاستی قوانین کی آئینی حیثیت کو چیلنج کیا گیا تھا۔

قانونی سوالات

- کیا آرٹیکل ۲۱ کے تحت زندگی کے حق میں تعلیم کا حق شامل ہے یا نہیں؟
- کیا آرٹیکل ۲۱ سے نکلنے والی پروفیشنل ڈگری کے لیے تعلیم کا بنیادی حق ہے؟

فیصلہ

سپریم کورٹ نے کہا کہ بنیادی تعلیم کا حق زندگی کے بنیادی حق (آرٹیکل۲۱) سے جڑا ہے جب تعلیم سے متعلق ہدایتی اصولوں (آرٹیکل ۴۱) کے ساتھ پڑھا جائے۔ عدالت نے کہا کہ حق کی حد کو ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصولوں کے ساتھ میں سمجھنا ضروری ہے، جس میں آرٹیکل ۴۵ بھی شامل ہے جو یہ فراہم کرتا ہے کہ ریاست آئین کے آغاز سے دس سال کی مدت کے اندر، ۱۴ سال سے کم عمر کے تمام بچوں کے لیے مفت اور لازمی تعلیم فراہم کرنے کی کوشش کرے گی ۔

عدالت نے فیصلہ دیا کہ آرٹیکل ۲۱ سے نکلنے والی پیشہ ورانہ ڈگری کے لیے تعلیم کا کوئی بنیادی حق نہیں ہے۔ تاہم اس نے کہا کہ آئین کے لاگو ہونے کے بعد ۴۴ سال گزرنے کے بعد بچوں کے تعلیم کے غیر منصفانہ حق کو صحیح طریقے سے تبدیل کر دیا گیا ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ "مفت تعلیم کا حق صرف بچوں کو اس وقت تک دستیاب ہے جب تک کہ وہ ۱۴ سال کی عمر مکمل نہ کر لیں۔ اس کے بعد تعلیم فراہم کرنے کی ریاست کی ذمہ داری معاشی صلاحیت اور ترقی کی حدود سے جوڑی ہے"۔

اس کے علاوہ، عدالت نے کہا کہ کسی حق کو بنیادی حق کے طور پر ماننے کے لیے، یہ ضروری نہیں ہے کہ اسے آئین کے حصہ تین میں واضح طور پر بیان کیا جائے: "حصہ تین اورچار کی دفعات ایک دوسرے کے لیے اضافی اور تکمیلی ہیں۔ " عدالت نے مسترد کر دیا کہ حصہ تین (بنیادی حقوق) کی دفعات پر ظاہر ہونے والے حقوق حصہ چار (ہدایتی اصول) کی دفعات میں ظاہر ہونے والے اخلاقی دعووں اور خواہشات سے برتر ہیں۔

اہمیت :- ریاست نے نو سال بعد آئین میں چھیاسیویں ترمیم کے ذریعے اس اعلان کا جواب دیا۔ آرٹیکل بائیس اے چھ سے چودہ سال کی عمر کے بچوں کے لیے تعلیم کا بنیادی حق فراہم کرتا ہے۔

۲۲-ایس آر بومائی ب مقابلہ یونین آف انڈیا

MANU/SC/0444/1994

پس منظر

۱۹۸۵: جناب ایس آر بومائی کی قیادت میں جنتا دل ریاست کرناٹک میں اقتدار میں آئی۔

۱۹۸۹: کئی افراد نے حکمران جماعت سے علیحدگی اختیار کی۔

۲۰ اپریل: منحرف ہونے والو ں نے گورنر کو خط لکھ کر شری بومائی کی حمایت کا اعادہ کیا۔ دفعہ ۳۵۶ کو لاگو کیا گیا اور بومئی حکومت کو برخاست کر دیا گیا

۱۹۹۲: رام جنم بھومی-بابری مسجد کے گرنے کے بعد صدر نے آئین کے آرٹیکل ۳۵۶ کو لاگو کیا اور حکومتوں کو برخاست کر دیا اور راجستھان، مدھیہ پردیش اور ہماچل پردیش کی قانون ساز اسمبلیوں کو تحلیل کر دیا۔

جاری کردہ اعلان کی درستگی کو چیلنج کرتے ہوئے درخواستیں دائر کی گئیں۔ معزز سپریم کورٹ نے ان کو مشترکہ سنا۔

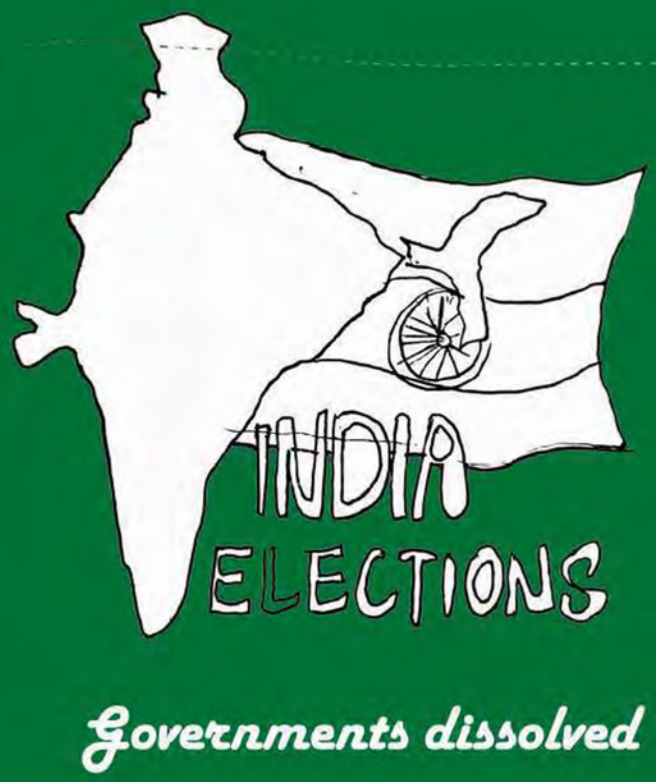

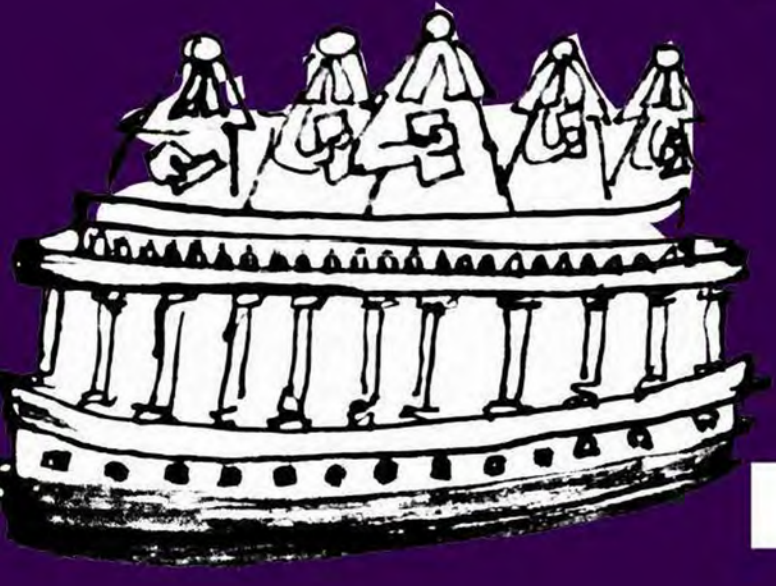

قانونی سوالات

- کیا آرٹیکل ۳۵۶ کے تحت صدر کے اعلان کو عدالت میں چیلنج کیا جا سکتا ہے؟
- کیا صدر کو آئین کے آرٹیکل ۳۵۶(۱) کے تحت بنا روک ٹوک اعلان جاری کرنے کا اختیار ہے؟
- کیا صدر کے اعلان سے تحلیل ہونے والی مقننہ کو ایک طرف رکھ کر بحال کیا جا سکتا ہے؟

- کیا آرٹیکل ۳۵۶(۱) کے تحت جاری کردہ اعلان کی درستگی کو آرٹیکل ۳۵۶(۳) کے تحت پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں سے منظوری کے بعد بھی چیلنج کیا جا سکتا ہے؟

- کیا کورٹ نئے الیکشن کے خلافانٹریم [interim] روک دے سکتی ہے؟

فیصلہ

اس میں کہا گیا تھا کہ سپریم کورٹ یا ہائی کورٹ اس اعلان کو باطل قرار دے سکتی ہے اگر یہ غیر متعلقہ یا مکمل طور پر غیر متعلقہ یا غیر متعلقہ بنیادوں پر پایا جاتا ہے۔

عدالت نے کہا کہ صدر کا اختیار ایک مشروط طاقت ہے نہ کہ مکمل طاقت، اور متعلقہ مواد کی موجودگی اطمینان کرنے کے لیے پیشگی شرط ہے۔

سرکاریہ کمیشن کی رپورٹ کی بنیاد پر، جن مثالوں کے تحت آرٹیکل ۳۵۶ کے لاگو کرنے کو درست قرار دیا جانا تھا ان کو ۱) سیاسی مشکل، ۲) اندرونی بغاوت، ۳) جسمانی بگاڑ، ۴) یونین ایگزیکٹو کی ہدایات کی غیر تعمیل کے تحت۔

عدالت کو یہ اختیار حاصل تھا کہ وہ اپنی ریاست
حکومت کو اس کے دفتر میں بحال کر دے اگر اس نے
اعلان کو غیر آئینی پایا۔

آرٹیکل ۳۵۶(۱) کے تحت جاری کردہ اعلان کی درستگی
کو آرٹیکل ۳۵۶(۳) کے تحت پارلیمنٹ کے دونو
ایوانوں سے منظوری کے بعد بھی چیلنج کیا جا سک
ہے۔

آخر کار، یہ "مناسب صورت میں منعقد ہوا۔ عدالت ک
ایک عبوری حکم امتناعی کے ذریعے قانون ساز اسمبل
کے نئے انتخابات کے بننے سے روکنے کا اختیار حاص
ہوگا جب تک کہ اس اعلان کی درستگی کو درپیش
چیلنجوں کو حتمی طور پر حل نہ کیا جائے عدالت
نظرثانی کی مددبے نتیجہ قرار دی جا رہی ہو۔ تاہ
عدالت اعلان کے جاری کرنے یا اعلان کے تحت کسی او
طاقت کے استعمال پر روک نہیں لگائے گی۔"

سرلامدگل ۲۳
بمقابلہ
یونین آف انڈیا
MANU/SC/0290/1995

پس منظر

اس کیس میں سپریم کورٹ نے آین کے آرٹکل ۴۴ کو لاگو کرنے کی فوری ضرورت پر زور دیا۔

عدالت نے آئین کے آرٹیکل ۳۲ کے تحت دائر چار پٹیشن سنی، جس کے تحت فرد اپنے بنیادی حق کی خلاف ورزی کا ازالہ کر سکتا ہے۔ درخواست گزار نے پہلی شادی کو ختم کیے بغیر اسلام میں تبدیل ہو کر دوسری شادی کرنے کے رواج کے خلاف مقدمہ دائر کیا۔

قانونی سوالات

- کیا ہندوشوہرجو ہندو قانون کے تحت شادی شدہ ہے، اسلام قبول کرکے دوسری شادی کرسکتا ہے؟
- کیا پہلی شادی شادی جو قاون کے تحت ختم نہیں ہوئی ہے، پہلی بیوی کے لئے جائز ہے جو ہندو ہے؟
- کیا مرتد شوہرانڈین پینل کوڈ[Indian Penal Code] کی دفعہ ۴۹۴ کے تحت مجرم ہو گا؟

فیصلہ

عدالت نے کہا کہ ہندو پرسنل لاء کے تحت ان کے میاں بیوی میں سے کسی ایک کے اسلام قبول کرنے کے بعد بھی شادی خود بخود ختم نہیں ہوگی۔ اگر تبدیلی کی وجہ سے خود کار طریقے سے ختم ہونا ہوتا تو عدالت نے کہا، "یہ دوسرےشریک حیات کے موجودہ حق کو تباہ کرنے کے برابر ہوگا جو ہندو ہی ہے"۔

یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ موجودہ ہندو قانون میں یک زوجگی کا سختی سے لاگو کرتا ہے، عدالت نے کہا کہ ہندو میرج ایکٹ ،۱۹۵۵ [Hindu Marriage Act, 1955] کے تحت کی گئی شادی کو کسی اور طریقے سے ختم نہیں کیا جا سکتا سوائے اس ایکٹ کے اندر موجود تریقوں کے اور یہ کہ ایک مرتد کے ذریعےاسلام قبول کرنے کی بنا پر دوسری شادی اب بھی اس ایکٹ کی خلاف ورزی میں شادی ہوگی جو پہلی شادی پر حکومت کرتا ہے۔

عدالت نے تسلیم کیا کہ انڈین پینل کوڈکی دفعہ ۴۹۴، جو پہلی شادی کو ختم کیے بغیر شوہر یا بیوی کی زندگی کے دوران دوبارہ شادی کرنے کی صورت میں سات سال تک قید کی سزا فراہم کرتی ہے،اسا کے ضروری اجزاء مندرجہ ذیل ہے (۱) شوہر یا بیوی کا رہنا؛ (۲) کسی بھی صورت میں شادی (۳) جس میں ایسی چادی باطل ہو؛ (۴) ایسے شوہر یا بیوی کی زندگی میں ہونے کی وجہ سے۔

یہ دیکھتے ہوئے کہ ان اجزاء میں سے ہر ایک موجود تھا، عدالت نے کہا کہ ایک ہندو شوہر کا پہلی شادی کے دوران اسلام قبول کرنے کے بعد دوسری شادی کرنے کا عمل انڈین پینل کوڈکی کی دفعہ ۴۹۴ کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے۔

یونیفرم سول کوڈ [Uniform Civil Code]کی اہم ضرورت کا اعادہ کرتے ہوئے عدالت نے ایک مصلح اور آئین کے وژن کو نافذ کرنے والے کے طور پر عدلیہ کے کردار کو تسلیم کیا اور مظلوموں کے تحفظ اور قومی یکجہتی کے فروغ کے لیے یکساں ضابطہ کی ضرورت پر زور دیا۔

۲۴محترم بودھی ستوا گوتم
بمقابلہ
موہترما سبھرا چکرورتی

MANU/SC/0245/1996

پس منظر۔

سبھرا چکرورتی ،بے پٹس کالج، کوہما کی طلب علم نے اسی کالج کے خاطب بودھی ستوا کوتم کے خلاف حاکم عدالت کو شکایت دائر کی۔

موہترماسبھرااوربودی ستوا کا افیر تھا ،جس کے دوران سبھرا حاملہ ہو گئی۔پہلے منا کرنے کے بعد بودھی ستوا نے اس سے چھوپ کے شادی کرلی۔اس کے بعد اس نے اسقاط حمل کرنے پر اسے راضی کر لیا۔دوسری بار حاملہ ہونے پر بھی اس نے سرجری کرنے پر مجبور کیا۔اس سب کے درمیان بودھی ستوا سلچر میں ایک کالج میں ملازم ہو گیا۔جب موہترما سبھرا نے ساتھ جانے کا فیصلہ کیا تو اس نے انکی شادی اور وعدوں کو مقمل طور پر نظر انداز کرکے اسے چھوڑ دیا۔

شکایت میں موہترما سبھرا نے الزام لگایا ہے کہ بودھی ستوا نے اسے جنسی تعلقات کے لئے اپنے ساتھ رہنے کا چھانسہ دیا اور آبروریزیی کا الزام کگایا۔ یہ بھی الزام لگایا کہ اسے دھوکے سے قانونی طور پر بیوہ ہونے کا یقین دلایا۔اس نے دو بار اسقاط حمل کرانے پر مجبور کرن ے کا الزام لگایا۔سب سے بڑھ کر اسنے شکایت کی کہ مجرم کے اعمال سے اسے شدید ذہنی اور جسمانی تکلف سہنا پڑی۔

انڈین پینل کوڈ کے کئی سیکشنوں کے تحت ایک مجرمانہ مقدمعہ دائر ہوا۔ مجرم شکایت اور کارروائی منسوخ کروانے کے لے ہائی کورٹ اور پھر سوپریم کورٹ گیا ۔تاہم، عدالتوں نے اس کی درخساست برخاست کردی اور کاروائی کے چلنے تک مظلوم کو معاوضہ دینے کا حکم دیا

قانونی سوالات

کیا ملزم کو شکایت کنندہ کو کفالت دینے پر مجبور کیا جا سکتا ہے

فیصلہ۔

عدالت نے بودھی ستوا کو شکایت کنندہ کو معاوضہ دینے کا ذمہ دار پایا۔

کورٹ نے کہا کہ آبرودیزی[ریپ] جینے کے حق کی خلاف ورزی کرتی ہے جسے آرٹکل ۲۱ میں انسانی وقار کے ساتھ زندگی گزارنے کے حق کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے۔

یہ پایا گیا کہ بودھی ستوا کے اعمال نے چکرورتی کے آزادی اور انسانی وقار کے ساتھ زندگی کے حق کی خلاف ورزی کی ہے۔ہندوستان میں خواتین کو درپیش آنے والی معاشرتی رکاوٹوں اور خاص طور پر آبرودیزی کے متاثرین لے نفصیاتی اور معاشرتی فیصلہ کو دیکھتے ہوئے ، عدالت نے جنسی زیادتی کے شکار سے ہونے والے نقصانوں کو پورا کرنے کے لے مجرمانہ چوٹوں کے معاوضے کے بورڈ کی تخلیق کا حکم دیا۔

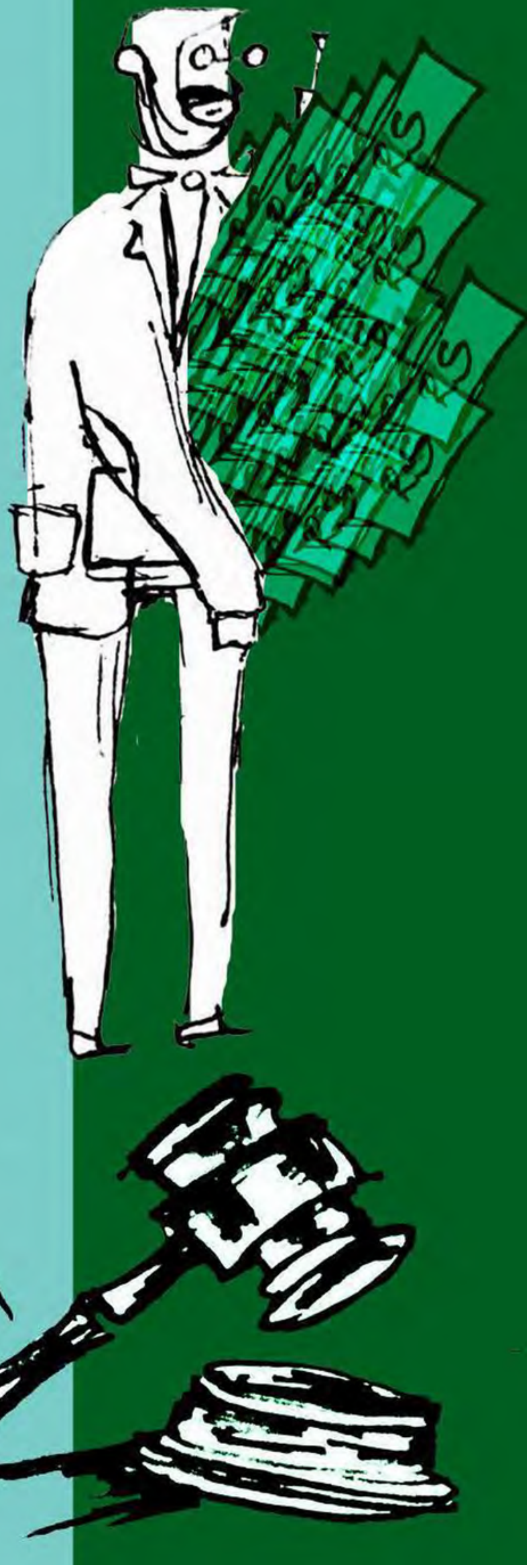

اس نے آبرودیزی کے متاثرین کی مددکے لے رہنماخطو ط کا ایک سیٹ جاری کیا جو طبی ، نفصیاتی اور قانونہ خدمات کے متحمل نہیں ہے جو اقوام متحدہ کی جرائم و اختیارات کےناجائز کے استعمال کے متاثرین کے لے انصاف کے اعلان ۱۹۸۵ اصول کے مطابق ہے UN Declaration of Justice] for victims of Crime and - [Abuse or Power, 1985

عدالت نے گوتم کو حکم دیا کہ وہ مقدمہ کی کاروائی کے دوران جس تارخ سے شکایت درج کی گئی ہے چکتورتی کو ذرعہ معاش کے لے ۱۰۰۰ روپے مہانہ ادا کرے

٢٥ ڈی کے باسو
بمقابلہ
ریاست مغربی بنگال
MANU/SC/0157/1997

پس منظر

اکزیکیوٹو طیرمین قانونی خدمت اقتدار[Legal Aid Services], مغربی بنگال ،ایک غیر سیاسی تنظیم کے انتظامیہ سدرنے ہندوستان کے چیف جسٹس کو ایک خط لکھا جس میں پولس حراست میں موت کے حوالہ سے دی ٹیلیگراف ، دی اسٹیٹس مین اور اینڈین اکسپریس میں شائع ہونے والی بعض خبروں کی طرف ان کی توجہ مبذول کروائی اور عدالت سے درخواست کی کہ وہ ‘‘حراستی فقہ ’’ تیار کرے اور پولس حراست میں ہونے والے ظم و موت کےمظلوم یا متاثرہ کے خاندان کو معاعضہ ینے کے لے طرعقہ کار واضہ کرے۔سپریم کورٹ نے اس خط کو ایک رٹ کی درخواست کے طور پر لیا۔

فیصلہ۔

حراست میں بڑھتے دشدد کے معملے سے پرشان عدالت نے کہا:۔‘‘حراست میں تشدد تشویش کا معاملہ ہے۔یہ ایک بری حقیقت ہے کہ اس کا ارتکاب وہ لوگ کر رہے ہیں جن کو شہریوں کا محافظ سمجھا جاتا ہے۔۔’’

اس کو تسلیمم کرتے ہوئے کی حراست میں تشدد ہندوستان کے آیئن کے آرٹکل ۲۱ کے تحت زندگی کی زمانت کے بنیادی حق کی خلاف ورزی کے برابر ہے ، کورٹ نے کہا:‘‘حراستی موت شاید ایک مہذب معاشرہ جو قانون کی حکمرانی سے چلتا ہے میں بدترین جرم ہے۔آئین کے آرٹکل ۲۱ اور

۲۲(۱) میں موجود حقوق کو غیرت مندی اور احتیاط سے تحفظ فراہم کرنے کی ضرورت ہے ،۔ہم مسلہ کو دور کرنے کی خواہش نہیں کر سکتے۔’’
کیا ایک شہری زندگی کا بنیادی حق چھوڑ دیتا ہے جب اسے پولس گرفتار کرتی ہے؟کیا گرفتاری پر کسی کے جیے کے حق کو ختم کیا جا سکتا ہے؟یہ سوالت انسانی حقوق کی فقہ کی بنیاد کو چھوتے ہیں۔درحقیقت جواب ایک زور دار نہیں ہونا چاہیے۔

عدالت نے اس بات کی تصدیق کی کہ حراستی تشدد کے مجرم کو سزا کمی سے ہی ملتی ہے۔حالات میں ہیرا فیری سے پولس افسران کوحراستی موت میں ذمہ داری سے بچ جانے میں مدد ملتی ہے۔پولس کے تاقت کے غلط ستعمال کو روکنے اور شفافیت اور جوابدہی کو یقینی بنانے کے لے عدالت

نے حکم دیا کہ حراست وگرفتاری کے تمام معاملات میں درجہ ذیل ہدایات پر عمل کیا جائے:
" گرفتاری اور پوچھتاچھ کرنے والے پولس اگسران کے پاس درست، مرئی اور واضح شناخت اور نام ہونا چاہئے۔جو پولس افسران گرفتار سے پوچھ تاچھ کرتے ہے انکی تفصیلات رجسٹر میں ضرور ہو۔

گرفتار کرنے والا پولس افسر گرفتاری کے وقت ایک میمو تیار کرے جس کی تصدیق کم سے کم ایک گواہ سے کی جائے جو گرفتار کے خاندان کا فرد ہو یا جہا سے گرفتاری کی گئی ہے وہا رہنے والامعذذ شخص۔ساتھ ہی گرفتار کے بھی دستخط کروائے جائے اور گرفتاری کا وقت اور تارخ بھی ہو۔

جس شخص کو گرفتاری یا حراست میں لیاگیا ہے اور تھانے میں حراست میں ہے یا تفتیشی مرکز یا دیگر لاک اپ میں ہے،وہ حقدار ہے کہ کوئی دوست یا رشتہ دار یا کوئی جاننے والا یا اس کی فلاح میں دلچسپی رکھتا ہو کوجتنا جلدی ممکن ہو اتعلہ دی جائے کہ اس کو گرفتار کر لیا گیا ہے اور کس جگہ حراست میں ہے اگر میمو پر تصدیق کرنے والا شخص دوست یا رشتہ دار نہ ہو۔

اگر گرفتار کے دوست اور رشتہ دار شہر یاضلع سے باہر رہتے ہے تو گرفتاری ۸ سے ۱۲ گھنٹے میں انکو گرفتاری کا وقت ،جگہ اور حراست کا مقام پولس کی طرف سے ضلع کے قانونی مددادارے یا علاقہ کے پولس تھانے کے دریعہ بتایا جائے۔

گرفتار شخص کو اسکے اس حق کے بارے میں بتانا ضروری ہے کہ وہ جیسے ہی گرفتاری یا حراست میں آتا ہے اپنی گرفتاری کی اطلاع کسی کو دے سکتا ہے۔

کسی شخص کی گرفتاری سے مطالق حراست کی جگہ ڈائری میندرج کی جائے اس شخص کے بارے میں جسے گرفتاری کی اطلاع دی گئی اور اس پولس افسرکا نام اور تفصیلات جس نے گرفتاری کی۔

گرفتاری کے وقت جہا وہ درخواست کر ئے اسکا معاہنہ کیا جائے اور اس وقت اس کے جسم پر کوئی بھی چھوٹی بڑی چوٹ ہو اس کو درج کیا جائے۔معاہنہ کے میمو پر گرفتار اور گرفتار کرنے والے پولس افسر کے دستخت ہو اور اس کی ایک کاپی گرفتار کو دی جائے۔

حراست کے دوران گرفتار کا ہر ۴۸ گھنٹے میں تربیت یافتا ڈاکٹر کے ذریعہ طبی معائنہ کیا جائے یہ ڈاکٹر ریاست یا مرکزی علاقہ کی صیحتی خدمات کے ڈائرکٹر کے ذریعہ بنائی پینل سے مقررکیا جائیگا ۔صیحتی خدمات کا ڈایرکٹر یہ پینل ہر تحصل اور ضلع میں تیا ر کرے۔

سارے دستاویز کی کاپیاں الاکا مجسٹریٹ کو ریکارڑ کے لئے دی جائے۔

گرفتار کو اجازت دی جا سکتی ہے کہ وہ تفتیش کے دوران وکیل سے ملے لیکن پوری تفتیش میں نہیں۔

ہر ضلع اور ریاستی انتظامی مرکز میں ایک پولس کنٹرول روم ہونا چاہئے،جہاگرفتار اور حراست کی جگہ سے متعالق جانکاری گرفتا ر کرنے والے افسر کے ذریعہ گرفتاری کے ۱۲گھنٹے میں بتائی جائے اور پولس کنٹرول روم میں اسے نمایاں نوٹس بورڈ پر نمایا کیا جائے۔''

عدالت نے پایا کہ ریاست اپنے سرکاری ملازمین کے اعمال کے ذمہ دلار ہے جس کے نتیجہ شہریوں کی زندگی کے بنیادی حق کی خلاف ورزی ہوئی ہے۔مالی معاوضہ ایک موثر اور مناسب حل ہے۔

manupatra®

JUSTICE adda

۲۶-ایل چندر کمار
بمقابلہ
اتحاد ہندستان

MANU/SC/0261/1997

پس منظر-

یہ مقدمہ آءین ہندوستان،۱۹۵۰ کے آرٹکل ۳۲۳ اےکی شق [۲]کی ذیلی شق [ڈی]اور ۳۲۳ بی کی شق [۳]کی ذیلی شق ڈی کے آءینی جواز کے حوالے سے تھا-یہ انتظامی عدالت ایکٹ، ۱۹۸۵ (Administrative Tribunal Act) کے آءینی جواز سے بھی متعلق ہے اور کیا ہندوستان کے آءین کے حصہ۱۴ اے کے تحت بنائے گئے ٹربیونلس عدالتی نظر ثانی (جوڈیشیَل رِویو) میں ہائی کورٹ کے متبادل ہے-

قانون کے سوالات۔

کیا آءین کے آرٹکل ۳۲۳ اے اور ۳۲۳ بی کے تحت بنائے گئے ٹربیونلس کسی قانونی شق / قاعدہ کی آئینی درستگی کو جانچنے کی قابلیت رکھتے ہیں؟

کیا ایسا کہا جا سکتا ہے کہ ٹربیونلس جیسا کہ موجودہ وقت میں کام کررہی ہے، عدالتی نظر ثانی (جوڈیشیل رِویو) کےاختیارات کو ادا کرنے میں ہائی کورٹ کے متبادل ہے؟ اگر نہیں، تو انہیں انکے بانی مقاصد کے مطابق بنانے کے لئے کن تبدیلیوں کی ضرورت ہے؟

کیا پارلیمنٹ یا ریاستی اسمبلی کو آرٹکل ۳۲۳ اےکی شق [۲]کی ذیلی شق[ڈی]کے ذریعہ یا آرٹکل ۳۲۳ بی کی شق [۳]کی ذیلی شق[ڈی]کے ذریعہ دئیے گئیے اختیارات کو، آرٹکل ۲۳۱ کے تحت سپریم کورٹ کے علاوہ ساری عدالتوں کے دائرہ اختیار کومکمل طور پر ختم کر دیا گیا، آرٹکل ۳۲۳ اے کی شق[۱] میں جن تنزعات اور شکایات کا حوالہ دیا گیا ہے یا آرٹکل بی کی شق[۲] میں بتائی گئی تمام یا کسی بھی معاملے کے حوالے سے، آرٹکل ۶۲۲/۷۲۲ کے تحت ہائی کورٹ کو دئیے گئے نظر ثانی(جوڈیشیَل رِویو) کے اختیارات اور آرٹکل ۳۲ کے تحت سپریم کورٹ کو دئیے گئے اختیارات کے خلاف ہے؟

فیصلہ۔

کورٹ نے کہا کہ آرٹکل ۳۲۳ اے کی شق ۲ [ڈی] اور آرٹک ۳۲۳ بی کی شق ۳ [ڈی] ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے کام کرنے کے دائرہ کو جس حد تک خارج کرتے ہیں وہ غیر آئینی ہے۔ ہائی کورٹ کے ساتھ ساتھ جو ٹربیونلس آرٹکل ۳۲۳ بی کے تحت بنائی گئی ہیں، قانون سازی کے عمل (لیجسلیٹِوْ ایکشن) کی نظر ثانی (جوڈیشیَل رِویو) کی طاقت ہے۔ انتظامی ٹربیونلس(ایڈمنسٹریٹِو ٹربیونلس) کے فیصلے ہائی کورٹ کی رِٹ(writ) کے دایرہ اختیار میں ہیں۔

عدالت نے ٹربیونل کے دائرہ اختیار کی وضاحت کرتے ہوئے کہا:

"ٹربیونلس ان معاملات کو سننے کے قابل ہے جن میں قانونی دفاع کے بارے میں سوال ہو۔ البتہ، اس فرض کو ادا کرنے میں وہ ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے متبادل نہیں ہو سکتی، کیونکہ انہیں ہمارے آئین کے تحت خاص طور پر اس طرح کی ذمہ داری سوپی گئی ہے ۔ اس سلسلے میں انکاکام صرف ضمنی ہے اور ٹربیونل کے تمام فیصلے متعلق ہائی کورٹ کی ڈویژن بنچ کے سامنے جانچ کے مستحق ہونگے۔ اس کے تنیجے میں ٹربیونل کو ماتحت قانون سازی اور قواعد Subordinate Legislations & Rules کی جاچ کا اختیار بھی حاصل ہوگا۔ تاہم، ٹربیونل کا یہ اختیار ایک اہم استثناء کی شرط پر ہوگا۔ ٹربیونل ایسا سوال نہیں سنے گا جو اس آیکٹ کے متعلق ہو جس سے وہ بنا ہے کیونکہ یہ اصول ہے کہ ٹربیونلس اس آیکٹ کو غیر آئینی قرار نہین دے سکتا جس سے وہ بنا ہے۔ ایسے معاملوں میں متعلق ہائی کورٹ سے براہ راست رجوع کیا جائے۔ان ٹربیونل کے تمام فیصلے جن کو سننے کا اختیار انہیں خاص طور پر اپنے بنانے والے ایکٹ سے ملا ہے،متعلق ہائی کورٹ کی ڈویژن بنچ کے سامنے جانچے جائیگے۔حالانکہ ٹربیونل ان کیس کو سنتے رہیں گی جن کے لئے انکو ان ٹربیونلس کو بنایا گیا ہے ۔اس سے ہمارا مطلب یہ ہے کہ مدعی (لِٹِیگینٹ) براہ راست ہائی کورٹ سے رجوع نہیں کر سکتے یہا تک کہ وہ قانون سازی پر سوال اٹھاتے ہو(سوائے جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے جہاں خصوصی ٹربیونل بنانے والی قانون سازی کا دعویٰ کیا جائے)متعلق ٹربیونل کے دائرہ اختیار کو نظر انداز کرتے ہوئے۔

اس بات کو یقینی بنانے کے لئے کہ ٹربیونل مؤثر طریقے سے کام کرے ، کورٹ نے درجہ ذیلتجاویز دیں:

ہمارا خیال ہے کہ جب تک تمام ٹربیونل کے نظام کے لئے ایک مکمل خودمختار ادارہ قائم نہیں ہو جاتا، ضروری ہے کہجہا تک ممکن ہو ٹربیونل ایک ہی نوڈل وزیر کی نگرانی میں کام کرے۔کئی وجوہا ت کے سبب مناسب ہے کہ وزیر ایک وزیرقانون کا ہو۔یہ وزارت کے لے چھوٹ ہے کہ وہ ٹربیونل کے کام کی نگرانی کے لئے ایک ازاد نگران ادارہ کو مقرر کرے۔یہ اس بات کو یقینی پائے گا کہ ٹربیونل کا صدر یا چیرمین کسی وجہ سے کام میں کافی دلچسپی نہیں لے رہے اس سے پورا نظام بکھریگا نہیں اور انصاف کے خواہشمند کو نقصان نہیں پہنچیگا۔ہمارے خیال میں ایک واحد تنظیم کی تخلیق موجودہ نظام کی بہت سی برائیوں کو دور کر دیگی۔اگر ضرورت پیش ائے تو مرکز اورریاستی طور پو الگ الگ تیظیمیں ہو سکتی ہیں۔نگران ادارے کو یقینی بنانے کی کوشش کرنی چاہئے کہ تمام ٹربیونل کے اراکین کی ازادی کو برقرار رکھا جائے۔اس حد تک، ٹربیونل کے اراکین کے انتخاب کا طریقہ ، ٹربیونل کے کاموں کے لئے پونجی کس طرح اکٹھا کی جاتی ہے اور دیگر تمام نتیجہ خیز تفصیلات کو واضع طور پر بیان کرنا ہوگا۔

manupatra®

JUSTICE adda

۲۷۔وشاکا
بمقابلہ
ریاست راجستھان

MANU/SC/0786/1997

پس منظر

درخواست کی فوری وجہ راجستھان کے ایک گاؤں میں ایک سماجی کارکن کی وحشیانہ اجتماعی عصمت دری تھی جو بچپن کی شادی کے خلاف جدوجہد میں شامل تھی۔ اس واقعے نے ان خطرات کو ظاہر کیا جن سے ایک کام کرنے والی عورت بے نقاب ہو سکتی ہے۔

کام کی جگہ پر خواتین کو جنسی طور پر ہراساں کرنے سے روکنے کے لیے رہنما اصول:

2 کام کی جگہ پر جنسی طور پر ہراساں کرنا کیا ہے؟

یہ ناپسندیدہ جنسی طور پر طے شدہ سلوک ہے جو ان حالات میں انجام دیا جاتا ہے جہاں اس کا تعلق تنخواہ، اعزازیہ یا دیگر شرائط کے لحاظ سے متاثرہ کی ملازمت سے ہوتا ہے- اور یہ صحت اور حفاظت کا مسئلہ بن سکتا ہے-

1 جنسی ہراسانی کی کارروائیوں کی روک تھام، حل اور قانونی چارہ جوئی کو یقینی بنانا آجِر کا فرض ہے-

3 غیر مناسب ماحول کو ختم کرنے کے لیے احتیاطی اقدامات-

4 -متعلقہ اتھارٹی کے ساتھ فوجداری کارروائی شروع کی جائے-

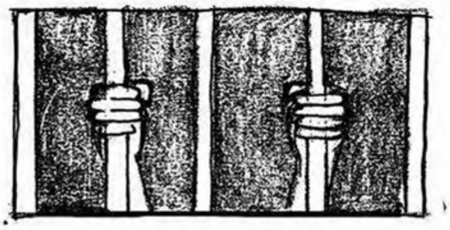

5 disciplinary) تادیبی کارروائی
(Action

6 Complaint شکایت کا طریقہ کار
Machanism : شکایات کے ازالے
کے لیے ایک شکایتی طریقہ کار قائم
کیا جانا چاہیے۔

7 ایک شکایات کمیٹی قائم کی جائے اور
اس کی سربراہ ایک خاتون ہو۔

8 Working کارکنوں کی پہل:۔
Initiative کارکنوں کو مناسب فورم
پر مسائل اٹھانے کی اجازت ہونی
چاہیے۔

9 جنسی ہراسانی سے متعلق آگاہی

کام کی جگہ پر خواتین کو جنسی طور پر ہراساں کرنا (روک تھام، ممانعت اور ازالہ) ایکٹ ۳۱۰۲

The Sexual Harrasment Of Woman At Workplace (Prevetion, prohibitions and redressal) Act 2013

میں پاس کیا گیا تھا۔

۲۸-سمتھا
بمقابلہ
ریاست آندھرا پردیش
MANU/SC/1325/1997

پس منظر-

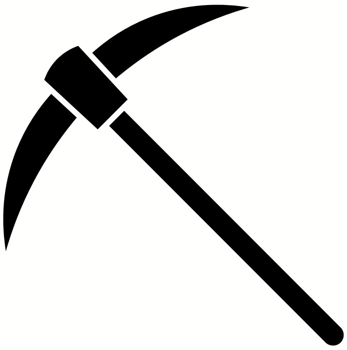

سمتھا آندھرا پردیش میں کام کرنے والا ایک وکالت اور سماجی ایکشن گروپ ہے، جو قبائلی برادریوں اور انوائرمنٹ کے حقوق اور تحفظ کے لیے لڑتا ہے- ہائی کورٹ اور مقامی عدالتوں کی جانب سے آندھرا پردیش کی حکومت کے خلاف طے شدہ علاقوں میں پرائیویٹ کان کنی کمپنیوں کو دیے جانے والے لیز کے خلاف ان کے کیس کو خارج کرنے کے بعد سمتھا نے سپریم کورٹ آف انڈیا میں اسپیشل لِیو پِیٹِیشن دائر کی-

کورٹ کے سامنے سوالات-

- اس کیس نے مائن اینڈ منرل (ریگولیشن اینڈ ڈیولپمنٹ ایکٹ، Mine(1957 and Mineral) regulations and Development Act) 1957 کے (سیکشن 11(5) کی خلاف ورزی کرتے ہوئے، شیڈول شدہ علاقوں میں غیر قبائلیوں کے حق میں کان کنی کی لیز (mining lease) دینے کے حکومت کے اختیار پر سوال اٹھایا جبکہ مذکورہ بالا ایکٹ کے تحت حکومت کے اس فعل پر پابندی لگاتا ہے کہ شیڈولڈ ایریا میں کسی بھی زمین کی لیز کسی غیر قبائلی کو دی جائے اور اس کی پیروی کرتے ہوئے، کیا مائننگ ایکٹ کے مطابق غیر قبائلیوں کو دی گئی لیز درست ہیں-

فیصلہ۔

عدالت نے اپنے فیصلے میں کہا کہ غیر قبائلیوں، کمپنی، کارپوریشن ایگریگیٹ یا پارٹنرشپ فرم وغیرہ کو مائننگ لیز کی منتقلی غیر آئینی، باطل اور غیر مناسب ہے۔

کسی بھی شکل میں ان کے استحصال کو روکنے کے لیے غیر قبائلیوں، کارپوریشن ایگریگیٹ وغیرہ کو لیز کے ذریعے طے شدہ علاقوں میں زمین کی منتقلی ممنوع ہے۔

عدالت نے قرار دیا کہ "شخص" میں فطری شخص کے ساتھ ساتھ ایک فقہی شخص دونوں شامل ہوں گے۔

اس نے یہ بھی کہا کہ حکومت یا اس کے آلات (Instruments)کو زمین کی منتقلی عوامی املاک کے سپرد ہے کیونکہ عوامی کارپوریشنوں کا مقصد عوامی مفاد میں ہے اور اس لئے اس طرح کی منتقلی کو برقرار رکھا جاتا ہے۔

عدالت نے ہدایت کی کہ خالص منافع کا کم از کم 20% منافع پانی کے وسائل، اسکولوں، اسپتالوں، صفائی اور ٹرانسپورٹ کی سہولیات کے قیام اور بحالی کے لیے سڑکیں بچھانے وغیرہ کے لیے مستقل فنڈ کے طور پر الگ کیا جائے۔

لیز کی تجدید کو بھی لیز کی تازہ گرانٹ کے طور پر سمجھا جائے گا اور اس لیے ایسی کوئی بھی تجدید ممنوع ہے۔

ایسی ریاستوں میں جہاں شیڈولڈ ایریاز میں زمین کی کان کنی کے لیز پر مکمل پابندی کا کوئی قانونی بندوبست نہیں ہے، سیکرٹریوں کی

ایسی ریاستوں میں جہاں شیڈولڈ ایریاز میں زمین کی کان کنی کے لیز پر مکمل پابندی کا کوئی قانونی بندوبست نہیں ہے، سیکرٹریوں کی ایک کمیٹی اور ریاستی کابینہ کی ذیلی کمیٹی تشکیل دی جائے اور اس کے بعد فیصلہ لیا جائے

تمام وزرائے اعلیٰ، متعلقہ وزارت رکھنے والے وزراء اور وزیر اعظم اور متعلقہ مرکزی وزراء کی کانفرنس میں قبائلی زمینوں کے سلسلے میں ملک بھر میں ایک مستقل اسکیم کے لیے پالیسی فیصلہ لینا چاہیے

۲۹-ونیت نارائن
بمقابلہ
یونین آ ف انڈیا
MANU/SC/0827/1998

پس منظر۔

دہشت گرد تنظیم حزب المجاہدین کے ایک مبینہ اہلکار کی گرفتاری سے انکشاف ہوا کہ دہشت گرد تنظیم کی جانب سے کئی اعلیٰ درجے کے ہندوستانی سیاست دانوں اور بیوروکریٹس کو رشوت کی ممکنہ ادائیگیاں کی گئیں۔ تاریخی حوالا سکینڈل کے طور پر جانا جاتا ہے (Hawala Scandal) ، کافی تحقیقات کے لحاظ سے دریافت کے بعد کچھ نہیں کیا گیا۔

موجودہ رٹ درخواستیں آئین ہند کے آرٹیکل 32 کے تحت مفاد عامہ میں دائر کی گئی ہیں جس میں الزام لگایا گیا ہے کہ مرکزی تفتیشی بیورو (سی بی آئی) ملوث افراد کی حفاظت کے واضح ارادے کے ساتھ افسران کی تحقیقات شروع کرنے میں ناکام رہا ہے جو انتہائی باثر اور طاقتور تھے حکومت میں۔

عدالت کے سامنے سوالات۔

کیا اعلیٰ شخصیات کے خلاف الزامات سے متعلق معاملات میں سی بی آئی (جو ایگزیکٹوزکے کنٹرول میں ہے) کی(Executive) تحقیقات میں تاخیر کی صورت میں کوئی عدالتی علاج دستیاب ہے؟

فیصلہ۔

سپریم کورٹ نے اپنے فیصلے میں پہلی بار اعلیٰ ترین سیاستدانوں، بیوروکریٹس اور مجرموں کے درمیان گٹھ جوڑ کا نوٹس لیا۔ فیصلے کے پیچھے دلیل کی وضاحت کرتے ہوئے، عدالت نے کسی بھی بیرونی اثر و رسوخ سے تفتیشی ایجنسیوں کو روکنے کی فوری ضرورت کا اظہار کیا۔

"یہ ہمارے لیے ایک منصفانہ اور غیر جانبدار ایجنسی کے لیے ضروری ڈھانچے، آئین اور مستقل اقدامات سے نمٹنے کا موقع ہے۔ ان کاروائیوں میں تمام متعلقہ افراد کی طرف سے قانون کی حکمرانی کے لیے جو ایمان اور عزم ظاہر کیا گیا ہے وہ جمہوریت کی بقا کی یقینی ضمانت ہے جس کی بنیاد قانون کی حکمرانی ہے۔ مساوات کے تصور کا بنیادی مفہوم: "آپ ہمیشہ بلند رہیں، قانون آپ سے بالاتر ہے"، ان کارروائیوں میں ہمارے ذریعہ اٹھائے گئے تمام اقدامات کو کنٹرول کرتا ہے

جہاں تک درخواستوں کے دائرہ کار کے تعلق سے اور اس طرح کے معاملات میں عدلیہ ادا کر سکتی ہے اس کے اصلاحی کردار کی توثیق کرتے ہوئے، عدالت نے کہا کہ جس کے خلاف بھی معقول شبہ ہے، اس کے ساتھ قانون کے تحت یکساں اور اسی طورپرسلوک کیا جانا چاہئے، جو عدالت نے کہا، ایجنسیانکرنے میں ناکام رہای اور اس لیے انتہائی ضروری موصلیت فراہم کرنے کی اسکیم ضروری تھی۔

عدالت نے سی بی آئی کی آزادی اور خودمختاری کو یقینی بنانے کے لیے رہنما خطوط جاری کیے اور سی بی آئی ڈائریکٹر کے انتخاب میں شفافیت پر زور دیا اور سنٹرل ویجیلنس کمیشن (سی وی سی) کو قائم کیا، جو ایک آزاد سرکاری ایجنسی ہے جس کا مقصد ایگزیکٹو کنٹرول یا مداخلت کے انچارج سے آزاد ہونا ہے۔ اس ہدایت نے سی بی آئی کو مرکزی حکومت کی نگرانی سے ہٹا دیا،اس معملے کے لے جزوی طور پر ذمہ دار سمجھا گیا جس نے اعلی عہدے داروں کی تفتیش کے سلسلے میں سی بی اءی کی سابقہ عجلت کی کمی میں حصہ دار تھا۔

اب اس بات کو یقینی بنانے کے لیے سی وی سیذمہ دار تھا کہ سرکاری عہدیداروں کے خلاف بدعنوانی کے الزامات کی اچھی طرح سے تفتیش کی جائے بغیر ملزم کی شناخت اور حکومت کی مداخلت کے بغیر۔ اس نے سی وی سی کی آزادی اور شفافیت کو یقینی بنانے کے لیے رہنما خطوط بھی جاری کیے،

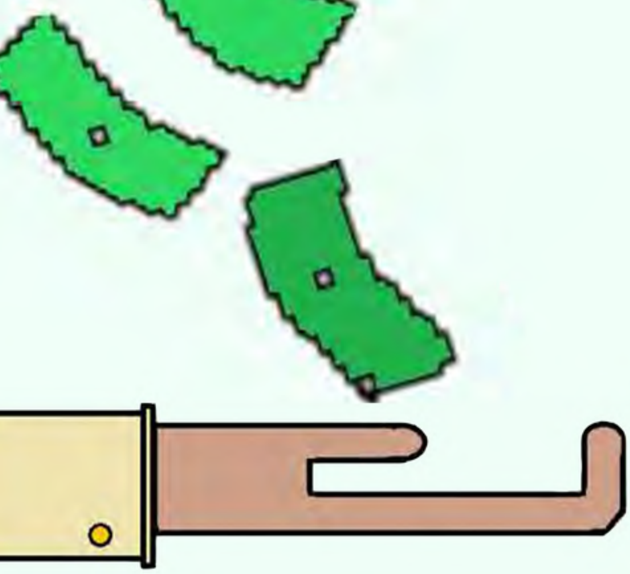

اسے قانونی حیثیت دے کر عدالت نے انفورسمنٹ ڈائریکٹوریٹ، نوڈل ایجنسی اور پراسیکیوشن ایجنسی کو موثر کام اور شفافیت کو یقینی بنانے کی ہدایت بھی دی۔

عدالت نے عوامی بدعنوانی پر قانون سازی کی پالیسی کی عدم موجودگی کی روشنی میں بیان کردہ رہنما خطوط پر عمل درآمد کی نگرانی کے لیے اپنے دائرہ اختیار کا استعمال کیا۔

manupatra

JUSTICE adda

۳۰-چیئرمین ریلوے بورڈ
بمقابلہ
چندریما داس

MANU/SC/0046/2000

پس منظر۔

کلکتہ ہائی کورٹ کی ایڈوکیٹ مسز چندریما داس نے آئین کے آرٹیکل 226 کے تحت ریلوے کے چیئرمین، ریلوے بورڈ سمیت کئی ملازمین کے خلاف ایک عرضی دائر کی، جس میں مظلومہ کے لیے معاوضے کا دعویٰ کیا گیا۔ حنوفہ خاتون، بنگلہ دیشی شہری جس کو مشرقی ریلوے کے هاوڑہ اسٹیشن پر ریلوے کے ملازمین سمیت کئی لوگوں نے اجتماعی زیادتی (Gang Rape) کا نشانہ بنایا۔مسز چندریما داس نے هاوڑہ ریلوے اسٹیشن پر غیر مناسب اور مجرمانہ سرگرمیوں کو ختم کرنے کے لیے جواب دہندگان کو ہدایت سمیت کئی دیگر راحتوں کا بھی دعویٰ کیا۔

ہائی کورٹ نے محترمہ کو معاوضہ کے طور پر ۱۰ لاکھ روپے دیے۔ حنوفہ خاتون جیسا کہ اس کی رائے تھی کہ ریل کی عمارت (ریل یاتری نواس) میں ریپ کا ارتکاب کیا گیا تھا اور اس کا ارتکاب ریلوے ملازمین نے کیا تھا۔

اپیل کنندگان نے ہائی کورٹ کے اس فیصلے کے خلاف اپیل کی تھی۔

عدالت کے سامنے سوالات۔

- کیا ہندوستان کے آئین کے آرٹیکل ۲۲۶ کے تحت قائم کی گئی کارروائی میں معاوضے کا دعویٰ کیا جا سکتا ہے؟

- کیا ریلوے/یونین آف انڈیا مظلومہ کو معاوضہ ادا کرنے کے لیے ذمہ دار ہے؟

فیصلہ۔

متاثرین کے معاوضے کے دعوے کی درستگی کو برقرار رکھتے ہوئے عدالت نے کہا کہ یہ استدلال کہ محترمہ حنفہ خاتون کو معاوضہ کے لیے سول کورٹ سے رجوع کرنا چاہیے تھا اور اس معاملے کو آئین کے آرٹیکل ۲۲۶ کے تحت دائر درخواست میں زیر غور نہیں لانا چاہیے تھا۔ جہاں عوامی کارکنان ملوث ہوں اور معاملہ بنیادی حقوق کی خلاف ورزی یا عوامی فرائض کے نفاذ سے متعلق ہو، اس کا علاج عوامی قانون کے تحت اب بھی دستیاب رہے گا، اس کے باوجود کہ نجی قانون کے تحت معاوضہ کے لیے مقدمہ دائر کیا جا سکتا ہے۔

آئین کے آرٹیکل ۲۱ کے تحت زندگی کا حق شہریوں کے ساتھ ساتھ غیر شہریوں کو بھی دستیاب ہے۔ عدالت نے کہا کہ ریاست کا معاوضہ ادا کرنا، آئینی ذمہ داری کے تحت ہے، اور اس طرح، معاوضے کی اجازت دینے والا ہائی کورٹ کا سابقہ فیصلہ درست ہے۔

عدالت نے مرکزی حکومت کو ریلوے کے ملازمین کے ذریعہ کئے گئے عصمت دری کے جرم کے لئے بری طرح سے ذمہ دار پایا۔ عدالت نے کہا کہ ایک فلاحی ریاست میں، حکومت کے کام کئی طرح کے ہوتے ہیں – نہ صرف دفاع اور انتظامیہ کے متعلق بلکہ تعلیم، تجارتی، سماجی، اقتصادی اور یہاں تک کہ ازدواجی شعبوں تک میں کام ہوتے ہیں -

manupatra® JUSTICE adda

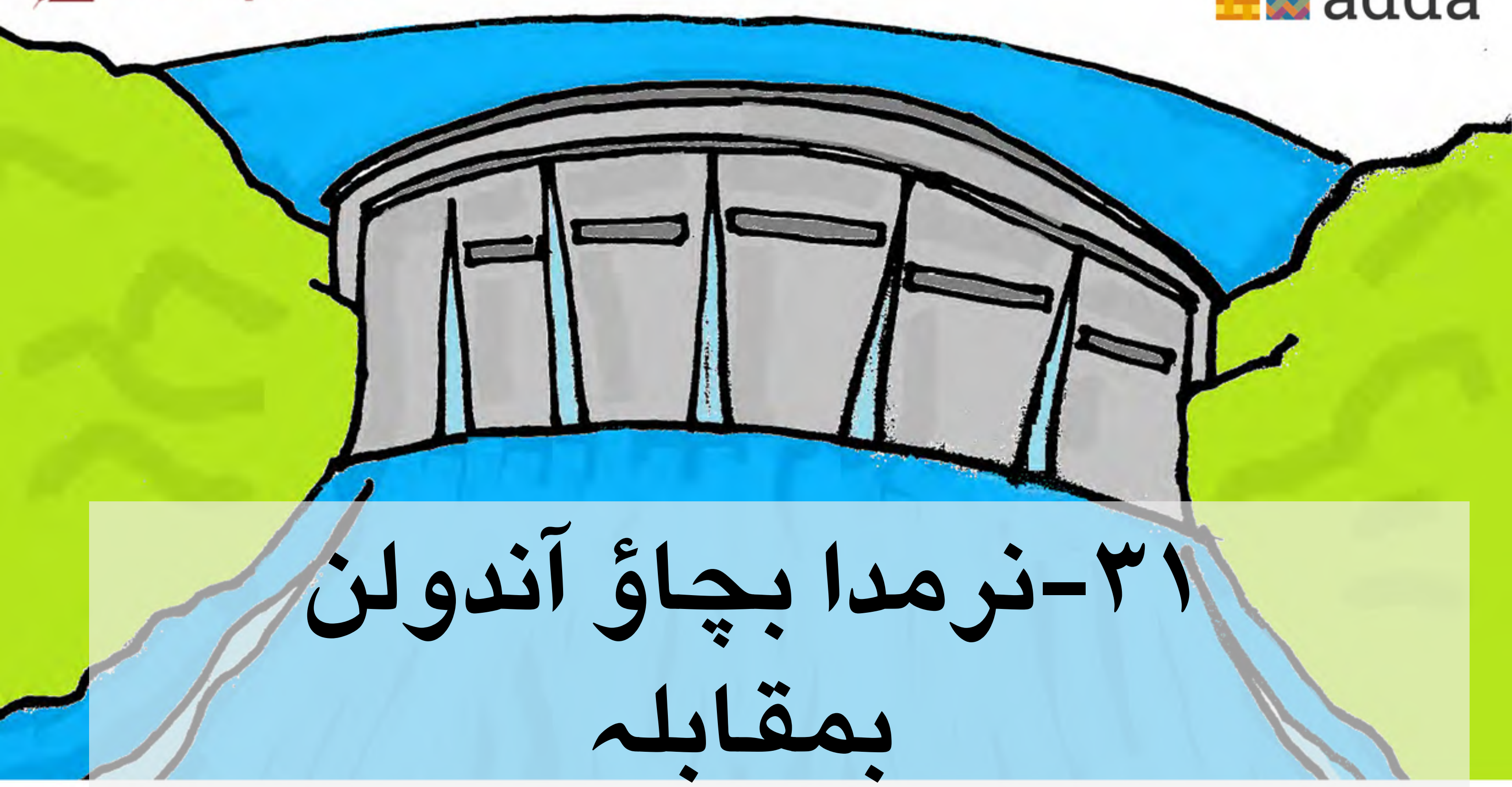

۳۱-نرمدا بچاؤ آندولن بمقابلہ یونین

MANU/SC/0046/2000

پس منظر

سال ۱۹۹۴ میں، پٹیشنر اور اینٹی ڈیم آرگنائزیشن نے نرمدا ندی نظام کے آبی وسائل کے زیادہ سے زیادہ استعمال کے لیے شروع کیے گئے سردار سروور ڈیم کی تعمیر کی مخالفت کرتے ہوئے ایک رٹ پٹیشن دائر کی تھی۔ ماحولیاتی صفائی کا فقدان،(lack of environmental clearance)بڑے پیمانے پر نقل مکانی اور بحالی کا ناکافی منصوبہ وہ بنیادیں تھیں جن کی بنیاد پر اس نے ڈیم کی تعمیر کو روکنے کا مطالبہ کیا۔

فیصلہ۔

بالکل شروع میں ہی عدالت نے درخواست گزار کی طرف سے اٹھائے گئے اعتراض پر پروڈکٹ کے فوائد پر روشنی ڈالی کہ یہ منصوبہ قومی مفاد کے خلاف ہے، ۱۹۹۰ کی ورلڈ بینک کی رپورٹ پر انحصار کرتے ہوئے ایک طرف رکھ دیا گیا، جس میں اس منصوبے کی لاگت اور فائدے کا تجزیہ کیا گیا تھا جس میں بنیادی طور پر کہا گیا تھا کہ سردار سروور ڈیم کی تعمیر کے فوائد اتنے زیادہ تھے کہ ان سے انسانی لاگت اور انوائرمنٹ کو نقصان پہنچا۔

یہ منصوبہ ضروری انوائرمنٹل کلیئرنس کے بغیر انجام نہیں دیا گیا تھا، وزارتِ واٹر رِیسورسیز، وزارت انوائرمنٹ اور فوریسٹ اور حکومت گجرات نے اس منصوبے کے ماحولیاتی اثرات کا جائزہ لیتے ہوئے تحقیقات کی تفصیلی رپورٹ پیش کی۔ اس کو تسلیم کرتے ہوئے، عدالت نے کہا کہ یہ واضح ہے کہ گورنمنٹ، درحقیقت، اس منصوبے کے انوائرمنٹل پہلوؤں سے گہری تشویش رکھتی ہے۔

درخواست گزاروں کے اس دعوے کے برعکس کہ اس منصوبے سے انوائرمنٹل تنزلی کا امکان ہے ضابطہ کے مطابق یہ منصوبہ انوائرمنٹ کے تحفظ کے لیے بہت سے طریقوں سے مثبت کردار ادا کر سکتا ہے جیسے کہ خشک سالی کے شکار علاقوں تک پانی لے جانا اور ملک میں پانی کی کمی کے ماحول کو دباؤ میں رکھنے کے لیے اس منصوبے سے فائدہ اٹھانے کی ضرورت ہے تاکہ زراعت کو برقرار رکھنے اور سبزہ کو پھیلانے میں مدد ملے۔

بے گھر ہونے والے قبائلی اور غیر قبائلی خاندانوں کی بحالی کے سوال کے حوالے سے عدالت نے آبادگی کے مناسب منصوبے کی موجودگی کو نوٹ کیا۔ ۱۹۷۹ کی شروعات میں، جسٹس وی راماسوامی کی سربراہی میں ایک ٹریبونل کے ذریعہ دیا جانے والا ایوارڈ دوبارہ آبادگی (resettlement) کے منصوبے کا خاکہ پیش کرتا ہے۔ اس نے منعقد کیا۔

کہ وہ خاندان جن کے پاس پچیس فیصد سے زیادہ زرعی اراضی حاصل کی گئی ہے وہ حاصل کی گئی زمین کی حد تک پسند کے قابل آبپاشی زمین کے حقدار ہیں۔ اور اس سے متاثر ہر فرکو گھر کا پلاٹ مفت اور آبادکاری اور بحالی عطا کی جائے گی

ایوارڈ کے ذریعے مطلوبہ شہری سہولیات میں ہر ایک سو خاندانوں کے لیے ایک پرائمری اسکول، ایک پنچایت گھر، ایک ڈسپنسری، ایک سیڈ اسٹور، ایک بچوں کا پارک شامل ہے۔ ایک گاؤں پونڈ اور ہر پانچ سو خاندانوں کے لیے ایک مذہبی عبادت گاہ، پینے کے پانی کا ایک کنواں اپروچ روڈ ہر کالونی کو مین روڈ بجلی کے انتظامات وغیرہ سے جوڑتا ہ

عدالت نے بحالی کے منصوبوں کی نگرانی اور نفاذ کے لیے ایجنسیوں کے وسیع نیٹ ورک اور میکانزم کی موجودگی کا مشاہدہ کیا۔

کنٹرول اتھارٹی

ایک تنظیم جو۱۹۷۹ کے ٹربیونل کے فصلے پر بنائی گئی اس نے درج ذیل کام انجام دیے۔

سردار سروور منصوبہ [ایس ایس پی]اور اندرا[نرمدا] ساگر منصوبہ [آئی ایس پی]کی زیر اب زمین کے سلسلے میں حصول اراضی کی پیش رفت کی نگرانی کرنا۔

متعلقہ ریاستوں میں ایس ایس پی اور آئی ایس پی کے متاثرہ دیہاتوں میں پروجیکٹ سے متاثرہ خاندانوں کی بحالی کے عملی منصوبہ پر عمل درآمد کی پیشرفت کی نگرانی کرنا۔

عمل برآمد کے فیصلہ کی روشنی میںل وقتا در وقتا بحالی اور ابادی [آرانیڈ آر]کےعملی منصوبہ کا جاءزہ لینا۔

ری سیٹلمنٹ اور رہیبلِیشن کے معاملے میں پیشرفت کی جانچ کے سلسلے میں ہر ایک ریاست کے ذریعہ قابل اعتماد ایجنسی کی رپورٹوں کا جائزہ لینا۔

ڈیم کی اونچائی میں اضافے کے ساتھ دوبارہ آبادکاری اور بحالی کے پروگراموں کے نفاذ کی نگرانی اور جائزہ لینے کے لیے، حکومت ہند اور انوئیرمنٹ و فوریسٹ کی وزارت کی طرف سے انوئیرمینٹ کے زاویہ سے آئی ایس پی اور ایس ایس پی کو دی گئی منظوری کو مدنظر رکھتے ہوئے۔

ایس ایس پی اور آئی ایس پی کے آر اینڈ آر منصوبہ میں شامل ریاستوں / ایجنسیوں کو باہم مربوط کرنا۔

ایس ایس پی اور آئی ایس پی سے متعلق دوبارہ آباد کاری اور بحالی کے معاملے میں کوئی یا تمام سرگرمیاں انجام دینا۔

شکایات کے ازالے کا طریقہ کار

تین ریاستوں گجرات، مدھیہ پردیش اور راجستھان میں شکایات کے ازالے کا طریقہ کار قائم کیا گیا تھا تاکہ پروجیکٹ سے متاثرہ خاندانوں کو اپنی تشویش کا اظہار کرنے کے قابل بنایا جا سکے۔

علیحدگی سے پہلے عدالت نے مندرجہ ذیل حدایات جاری کی۔

١- ٹریبونل کے فیصلے کے مطابق ڈیم کی تعمیر جاری رہے گی۔

٢جیسا کہ ریلیف اور رہیبلِیشن کے سب- گروپ نے نوے میٹر تک کی تعمیر کو صاف کر دیا ہے، اسی طرح فوری طور پر شروع کیا جا سکتا ہے. اونچائی میں مزید اضافہ صرف ریلیف اور بحالی کے عمل کے ساتھ اور ریلیف اور بحالی ذیلی گروپ کی طرف سے کلیئرنس پر ہی ہوگا۔ ریلیف اور رہیبلِیشن کا ذیلی گروپ تین شکایات کے ازالے کے حکام سے مشاورت کے بعد مزید تعمیرات کی منظوری دے گا۔

- سکریٹری، ماحولیات اور جنگلات کی وزارت، حکومت ہند کے تحت رہیبلِیشن ذیلی گروپ، ڈیم کی تعمیر کے ہر مرحلے پر، نوّے میٹر سے آگے کی تعمیر سے پہلے ماحولیات کی منظوری پر غور کرے گا اور دے گا۔

۴- ڈیم کی اونچائی نوّے میٹر سے زیادہ بڑھانے کی اجازت نرمدا کنٹرول اتھارٹی کی طرف سے وقتاً فوقتاً ریلیف اور ریہیبلِیشن کے ذیلی گروپسے مذکورہ بالا منظوری حاصل کرنے کے بعد دی جائے گی۔

۵- خاص طور پر مدھیہ پردیش کے شکایات کے ازالے کے حکام کی رپورٹوں سے پتہ چلتا ہے کہ زمینوں کی نشاندہی، مناسب اراضی کے حصول اور اس کے نتیجے میں پراجیکٹ سے محروم افراد کی بحالی کے لیے ضروری قدم اٹھانے کے کام میں کافی سُستی ہے۔ہم مدھیہ پردیش، مہاراشٹر اور گجرات کی ریاستوں کو ہدایت دیتے ہیں کہ وہ ایوارڈ کو نافذ کریں اور ان کے پیش کردہ پیکیج کے لحاظ سے بے دخل افراد کو ریلیف اور بحالی دیں اور یہ ریاستیں اس سلسلے میں ہر ہدایت کی تعمیل کریں گی جو یا تو جائزہ کمیٹی،گریوننسیس ریڈرسل اتھارٹی یا این سی اے کی طرف سے دی گئی ہے۔

۶- اگرچہ ماحولیات کی منظوری کے تحت عائد شرائط کیتعمیل کی گئی ہو پھر بھی این سی اے اور ماحولیاتی ذیلی گروپ نگرانی کرتا رہے گا اور اس بات کو یقینی بنائے گا کہ نہ صرف انوائرمنٹ کی حفاظت بلکہ بحالی اور بہتری کے لیے تمام اقدامات اٹھائے گئے ہیں۔

۷ -این سی اے آج سے چار ہفتوں کے اندر اندر مزید تعمیرات اور ریلیف اور بحالی کے کاموں کے سلسلے میں ایک ایکشن پلان تیار کرے گا۔ اس طرح کا ایکشن پلان ایک ٹائم فریم طے کرے گا تاکہ ڈیم کی اونچائی میں اضافے کے ساتھ ریلیف اور بحالی کو یقینی بنایا جا سکے۔ہر ریاست این سی اے کے ذریعہ تیار کردہ ایکشن

پلان کی شرائط کی پابندی کرے گی اور کسی تنازعہ یا دشواری پیدا ہونے کی صورت میں جائزہ کمیٹی میں نمائندگی کی جا سکتی ہے۔ تاہم، ہر ریاست امداد اور بحالی کے مقصد کے لیے زمین کے حصول کے سلسلے میں این سی اے کی ہدایت کی اس حد تک اور این سی اے کی طرف سے متعین مدت کے اندر تعمیل کرنے کی پابند ہوگی۔

- این سی اےکے سامنے موجود کسی مسئلے پر کوئی حل نہ ہونے والا تنازعہ ہونے کی صورت میں جائزہ کمیٹی جب بھی ایسا کرنے کی ضرورت ہو تو ملاقات کرے گی۔ کسی بھی صورت میں جائزہ کمیٹی کم سے کم تین مہینے میں ایک بار میٹنگ کرے گی تاکہ ڈیم کی تعمیر اور آر اینڈ آر منصوبہ کے نفاض کی پیش کی نگرانی کی جا سکے۔اگر کسی وجہ سے اوارڈ کے نفاذ میں سنگین اختلاف پیدا ہوتا ہےاور اسے نظر ثانی کمیٹی میں حل نہیں کیا جا سکتا تو کمیٹی اسے وزیر اعظم کے پاس بھیج سکتی ہے جس کا فیصلہ اخری ہوگا اور سب پر لازم ہوگا۔

٩- شکایت کے ازالے کی اتھارٹی ہوگی، ضرورت پڑنے کی صورت میں متعلقہ ریاستوں کو آراینڈآر منصوبہ کے مناسب نفاذ کے لے مناسب ہدایت جاری کرنے اور اس ہدایت پر عمل درآمد نہ ہونے کی صورت میں جی آر اے کو مناسب احکامات کے لے جاءزہ کمیٹی سے روجوع کرنے کی ازادی ہے۔

-ہر ممکن کوشش کی جائے گی کہ اس منصوبے کو جلد سے جلد مکمل کیا جائے١٠

۳۲-ایم سی مہتا
بمقابلہ
کمل ناتھ

MANU/SC/0189/2002

پس منظر۔

۱۹۹۰ میں اسپین موٹلز پرائیویٹ لمیٹڈ کے مالکان نے اسپین کلب کے نام سے ایک وینچر شروع کیا۔ یہ کلب زمین کے ایک بڑے رقبے پر قبضہ کرکے بنایا گیا تھا جس میں کافی جنگلاتی زمین بھی شامل تھی۔ اس وقت کے انوائرمنٹ اور فوریسٹ کے وزیر کمل ناتھ جو اسپین ماڈلز سے براہ راست تعلق کے لیے جانے جاتے تھے ، ۱۹۹۴ میں کمپنی کو زمین کو ریگولرائز کرنے اور لیز پر دینے کے ذمہ دار تھے۔تجاوزات کی وجہ سے دریائے بیاس پھیل جاتی ہے جو پھر اپنا راستہ بدل کر اسپین کلب کو ڈبو جاتی ہے ۔انتظامیہ نے دوسری بار دریا کا رخ تبدیل کرنے کے لیے بلڈوزر اور ارتھ مُووَر کا استعمال کیا۔۱۹۹۵میں بڑے سیلاب سے ایک سو پانچ کروڑ کی املاک کو نقصان پہنچا۔

عدالت نے ۱۹۹۶ میں فیصلہ سنایا

- حکومت ہند، ماحولیات اور جنگلات کی وزارت کی طرف سے دی گئی پیشگی منظوری اور موٹل کے حق میں لیز ڈیڈ کو منسوخ کر دیا گیا۔

- ہماچل پردیش حکومت کو اس علاقے کو اپنے قبضے میں لینے اور اسے اس کے اصلی قدرتی حالات میں بحال کرنے کی ہدایت دی گئی۔

- موٹل علاقے کے ماحولیات اور ماحولیات کی بحالی کے لیے قیمت کے طور پر معاوضہ ادا کرے گا۔

- دریا بیاس پر دریا کے کنارے اور کناروں میں انسانوں کی طرف سے بنائے گئے مختلف آئینوں کی وجہ سے پیدا ہونے والی آلودگی کو دور کیا جائے اور اسے تبدیل کیا جائے۔

- موٹل غیر علاج شدہ فضلے کو دریا میں نہیں چھوڑے گا۔ یہ ہدایت دی گئی تھی کہ ہماچل پردیش آلودگی کنٹرول بورڈ موٹل کے ذریعہ لگائے گئے آبادی پر قابو پانے والے حالات ٹریٹمنٹ پلانٹ کا معائنہ کرے۔ اگر موٹل کی طرف سے خارج ہونے والا فضلہ / کچرا مقررہ معیارات کے مطابق نہیں ہے تو موٹل کے خلاف قانون کے مطابق کارروائی کی جائے گی۔

- ہماچل پردیش کے آلودگی کنٹرول بورڈ کو دریائے بیاس میں غیر علاج شدہ کچرے کے اخراج کی اجازت نہیں ہے۔ بورڈ کولو منالی کے علاقے میں تمام ہوٹلوں / اداروں / فیکٹریوں کا معائنہ کرے گا اور ان میں سے کوئی بھی غیر علاج شدہ فضلہ/ کچرا کو دریا میں خارج کرنے کی صورت میں بورڈ قانون کے مطابق کارروائی کرے گا۔

عدالت نے عوامی اعتماد کے نظریے کو بھی تسلیم کیا جس کا مطلب ہے کہ خود مختار عوام کے لیے کچھ وسائل پر اعتماد رکھتا ہے، قطع نظر اس کے کہ قانون کے حصے کے طور پر نجی ملکیت کی ملکیت ہو۔

عدالت نے اپنے فیصلےکے ذریعے۱۹۹۶ میں جس کیس کا فیصلہ کیا تھا، اسے آلودگی کے جرمانے کی مقدار کے تعین کے لیے دوبارہ عدالت کے سامنے لایا گیا تھا۔

عدالت کے سامنے سوالات۔

اس معاملے میں شامل سوال آلودگی پھیلانے والے کی ذمہ داری کی حد اور آلودگی کے جرمانے کی مقدار اور ان سے متوقع نقصانات کی نوعیت کے بارے میں تھا۔

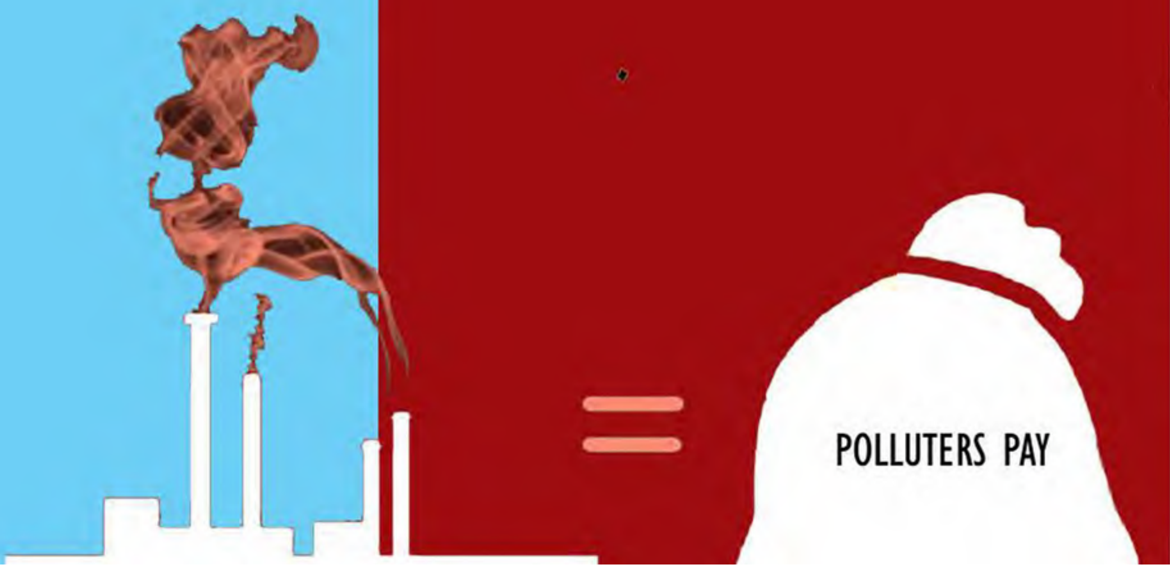

فیصلہ۔

عدالت نے اپنے فیصلے میں کہا کہ انوائرمنٹ کو پہنچنے والے نقصان سے بنیادی حقوق کو خطرہ ہے جس کی آئین نے ضمانت لی ہے اور اس طرح نقصانات صرف رہیبلِیشن کے مقاصد تک ہی محدود نہیں ہیں بلکہ متاثرین کو پہنچنے والے نقصانات کے طور پرہیں۔ بنیادی ماحول یعنی ہوا پانی اور مٹی کی کوئی بھی خرابی جو زندگی کے لیے ضروری ہے آئین کے آرٹیکل۲۱کے تحت "زندگی" کے لیے خطرناک ہو گی۔ آئین کے آرٹیکل ۲۱ کے تحت حقوق کے نفاذ کے معاملے میں، اس عدالت نے مذکورہ ایکٹ کی دفعات کے نفاذ کے ساتھ ساتھ آئین کے آرٹیکل۱۴ اور ۲۱ کے تحت بنیادی حقوق پر بھی اثرات مرتب کیے ہیں اورکہا کہ اگر ماحول کو بگاڑنے سے ان حقوق کی خلاف ورزی کی جاتی ہے، تو وہ نہ صرف متاثرین کو نقصان پہنچا سکتی ہے بلکہ ماحولیاتی توازن کو بھی نقصان پہنچا سکتی ہے۔.

عدالت نے اس معاملے میں مثالی معاوضہ اور آلودگی کی ادائیگی کا اصول قائم کیا۔ اس میں کہا گیا ہے، "آلودگی ایک سِول رونگ ہے۔ اپنی نوعیت کے لحاظ سے، یہ مجموعی طور پر کمیونٹی کے خلاف ارتکاب کیا گیا تشدد ہے۔ ایک شخص، جو آلودگی پھیلانے کا قصوروار ہے، اسے ماحولیات اور ماحولیات کی بحالی کے لیے ہرجانہ (معاوضہ) ادا کرنا پڑتا ہے۔ اسے ان لوگوں کو بھی ہرجانہ ادا کرنا پڑتا ہے جن کو اس فعل کی وجہ سے نقصان ہوا ہے اور اس کے تحت مجرم عدالت میں سزا نہیں دے سکتا۔ اس عدالت کی سماعے صرف آرٹکل ۳۲ تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ یہ پی آئی ایل یا رٹ پٹیشن کے تحت بھی معاوضہ کا حکم جاری کر سکتی ہے اور عدالت نے ایسا کئی مرتبہ ماضی میں کیا ہے ۔ جو پینلٹی اپر ذکر کی گئی اسکے ساتھ ساتھ گندگی پھیلانے والے کوایسی پینالٹی بھی عائد کی جا سکتی ہے جو ایک مثال۔قائم۔کردے اور اس طرح کے امور میں رکاوٹ کا کام کر سکے۔

مثالی ہرجانے کی صورت میں اسپین ہوٹلز پر دس لاکھ روپے کا جرمانہ عائد کیا گیا۔

۳۳ یونین آف انڈیا
بمقابلہ
بنگلہ اسوسیشن فار ڈیموکریٹک
ریفارم
MANU/SC/0394/2002

پس منظر

یونین آف انڈیا نے ہائی کورٹ کے اس حکم کو چیلنج کرتے ہوئے سپریم کورٹ سے رجوع کیا جس میں الیکشن کمیشن کو امیدواروں کے تعلیمی اور مجرمانہ پس منظر کے ساتھ ساتھ ان کے مالیت اور قرضہ سے متعلق ووٹرز کی معلومات کو محفوظ کرنے کی ہدایت دی گئی تھی۔

عدالت کے سامنے سوال۔

- کیا ووٹرز کو الیکشن لڑنے والے افراد کی متعلقہ تفصیلات جاننے کا حق ہے؟
- کیا الیکشن کمیشن کو ہائی کورٹ کے حکم کے مطابق ہدایات جاری کرنے کا اختیار ہے؟

فیصلہ۔

عدالت نے کہا کہ شہریوں کو عوامی عہدیداروں اور عہدے کے امیدواروں کے بارے میں جاننے کا حق ہے، بشمول ان کے اثاثوں اور مجرمانہ اور تعلیمی پس منظر، اور یہ حق آزادی اظہار رائے کے آئینی حق سے حاصل کیا گیا ہے۔

ووٹروں تک امیدواروں کے سابقہ واقعات کے بارے میں جاننے کے حق تک رسائی کی ضرورت کو تسلیم کرتے ہوئے، عدالت نے کہا "ہماری رائے میں، یہاں تک کہ ناخواندہ ووٹر کا فیصلہ، اگر صحیح طریقے سے تعلیم یافتہ اور مقابلہ کرنے والے امیدوار کے بارے میں آگاہ ہو، تو وہ امیدوار کے انتخاب کے اپنے متعلقہ معیار پر مبنی ہوگا۔ جمہوریت میں، ملک کے لیے موثر حکمرانی اور شہریوں کے فائدے کے لیے وقتاً فوقتاً انتخابات کرائے جاتے ہیں۔ حکومت کی جمہوری شکل میں ووٹروں کی سب سے زیادہ اہمیت ہوتی ہے۔”

ہندوستان کے آئین کے آرٹیکل 19(1)(a) کے تحت رائے دہندگان کو معلومات کے حق میں لانا، عدالت نے ہمارے آئین کے تحت آرٹیکل 19(1)(a) تقریر اور اظہار کی آزادی فراہم کرتا ہے۔ انتخابات کی صورت میں ووٹرز کی تقریر یا اظہار رائے میں ووٹ ڈالنا شامل ہو گا۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ووٹر ووٹ ڈال کر بولتا ہے یا اظہار کرتا ہے ووٹ ڈال کر بولتا ہے یا اظہار کرتا ہے۔ اس مقصد کے لیے، منتخب کیے جانے والے امیدوار کے بارے میں معلومات کا ہونا ضروری ہے۔”
ہندوستان کے آئین کے آرٹیکل 324 کا حوالہ دیتے ہوئے، جو الیکشن کمیشن کو امیدواروں کے بارے میں شہریوں کے معلومات کے حق کو محفوظ بنانے کے لیے ہدایات جاری کرنے کا اختیار دیتا ہے، عدالت نے کہا۔

اگر قانون خاموش ہے تو آرٹیکل 324 آزادانہ اور منصفانہ انتخابات کرانے کے واضح مقصد کے لیے کام کرنے کے لیے طاقت کا ذخیرہ ہے۔ آئین نے بڑی جمہوریت میں وقتاً فوقتاً پیدا ہونے والے لامحدود حالات میں کمیشن کے ذریعے بقایا طاقت کے استعمال کی گنجائش چھوڑنے کا خیال رکھا ہے، کیونکہ نافذ شدہ قوانین یا قواعد کے ذریعے ہر ہنگامی صورتحال کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا تھا۔ ضروری ہدایات جاری کر کے، کمیشن اس خلا کو پر کر سکتا ہے جب تک کہ اس موضوع پر قانون سازی نہیں ہو جاتی۔

۳۴-سابقہ کپتان ہریش اپل بمقابلہ یونین اوف انڈیا و دیگر

MANU/SC/1141/2002

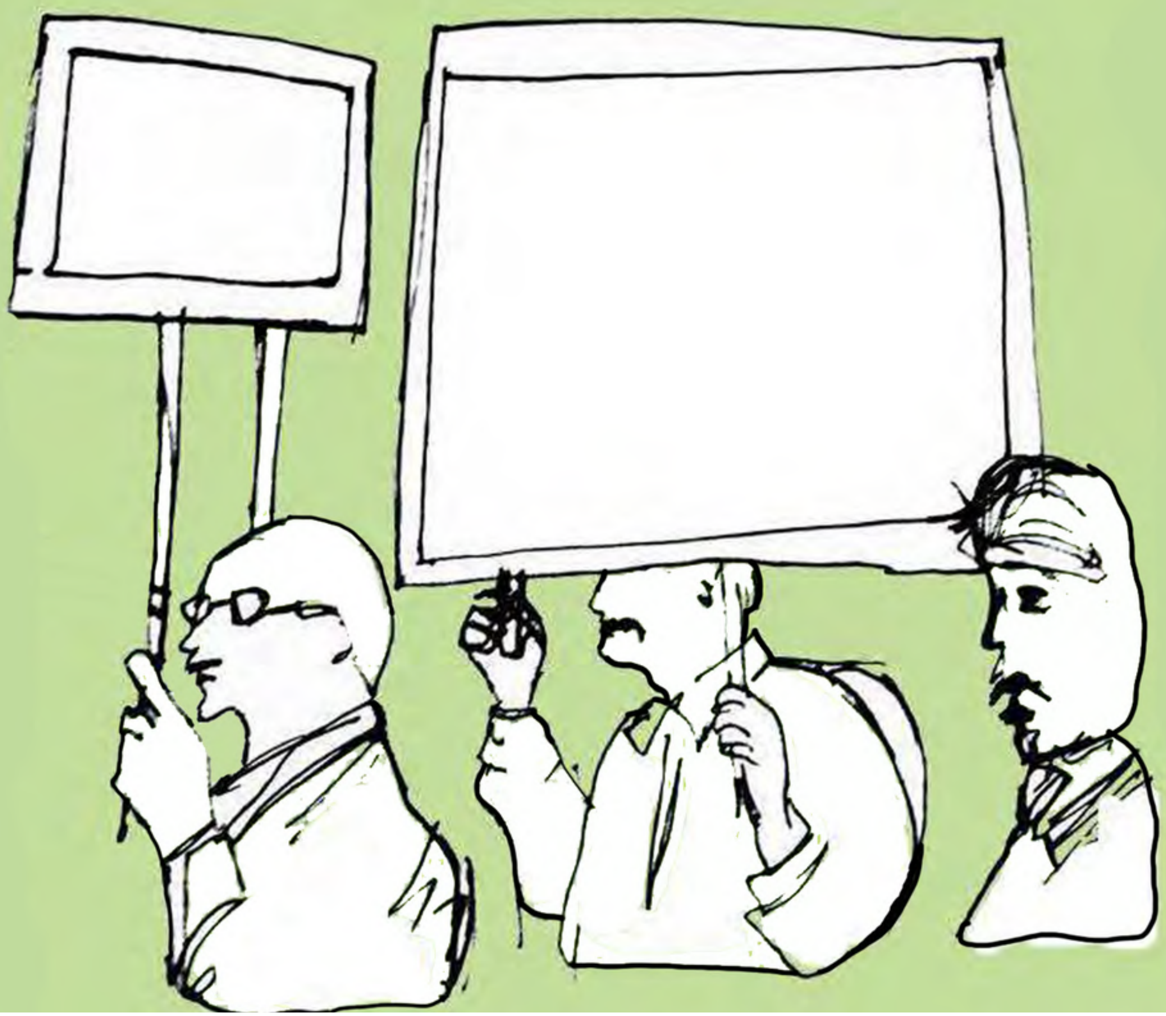

پس منظر۔

ان تمام درخواستوں میں مطالبہ کیا گیا کہ وکیلوں کی ہڑتال اور/یا ترک موکلات کی پکار کو غیر قانونی قرار دیا جائے۔

قانون کا سوال۔

کیا وکیلوں کو ہڑتال کرنے اور /یا عدالتوں کو ترک موکلات کرنے کا حق ہے؟

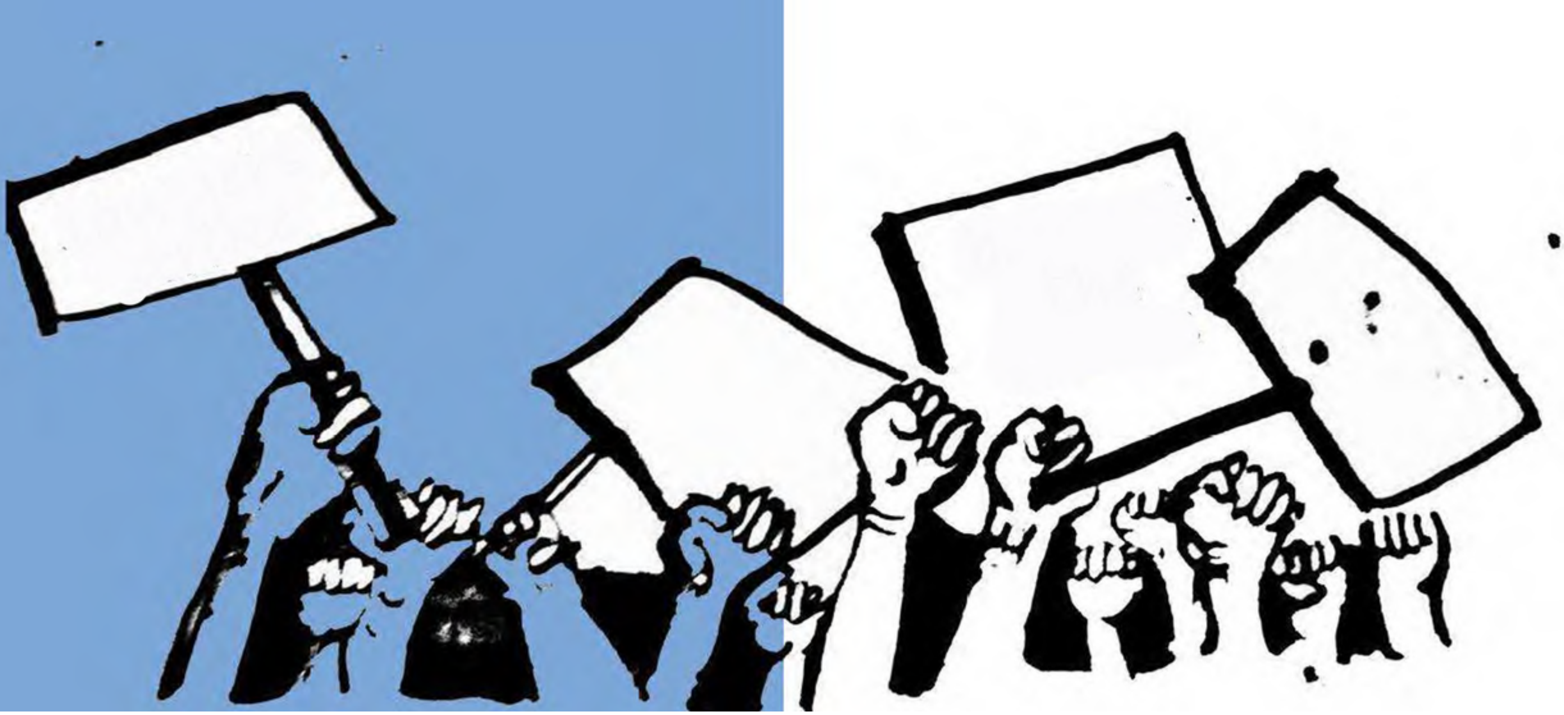

فیصلہ

کورٹ نے کہا وکیلوں کی ہڑتال غیر قانونی اور غیر اخلاقی ہے۔عدالت کی مقدمہ سننے اور فیصلہ کرنے کی ذمہ داری کو تسلیم کرتے ہوئے بنچ نے کہا کسی مقدمہ کو صرف اسلے ملتوی نہیں کیا جا سکتا کہ وکیل ہڑتال پر ہیں۔اگر وکیل یاپارٹی عدالت میں نہیں ائی،قانون کے زیر غور ضروری فیصلہ کی پیروی کی جائے گی۔

عدالت کے کام کو یقینی بنانے میں بار کونسل کے حوالہ سے عدالت نے کہا کہ بار کونسل کو وقار کو قائم رکھنا چاہئے اور یقینی بنانا چاہئے کہ کوئی غیر پیشہ ور رویہ یا طرزعمل نہ ہو۔

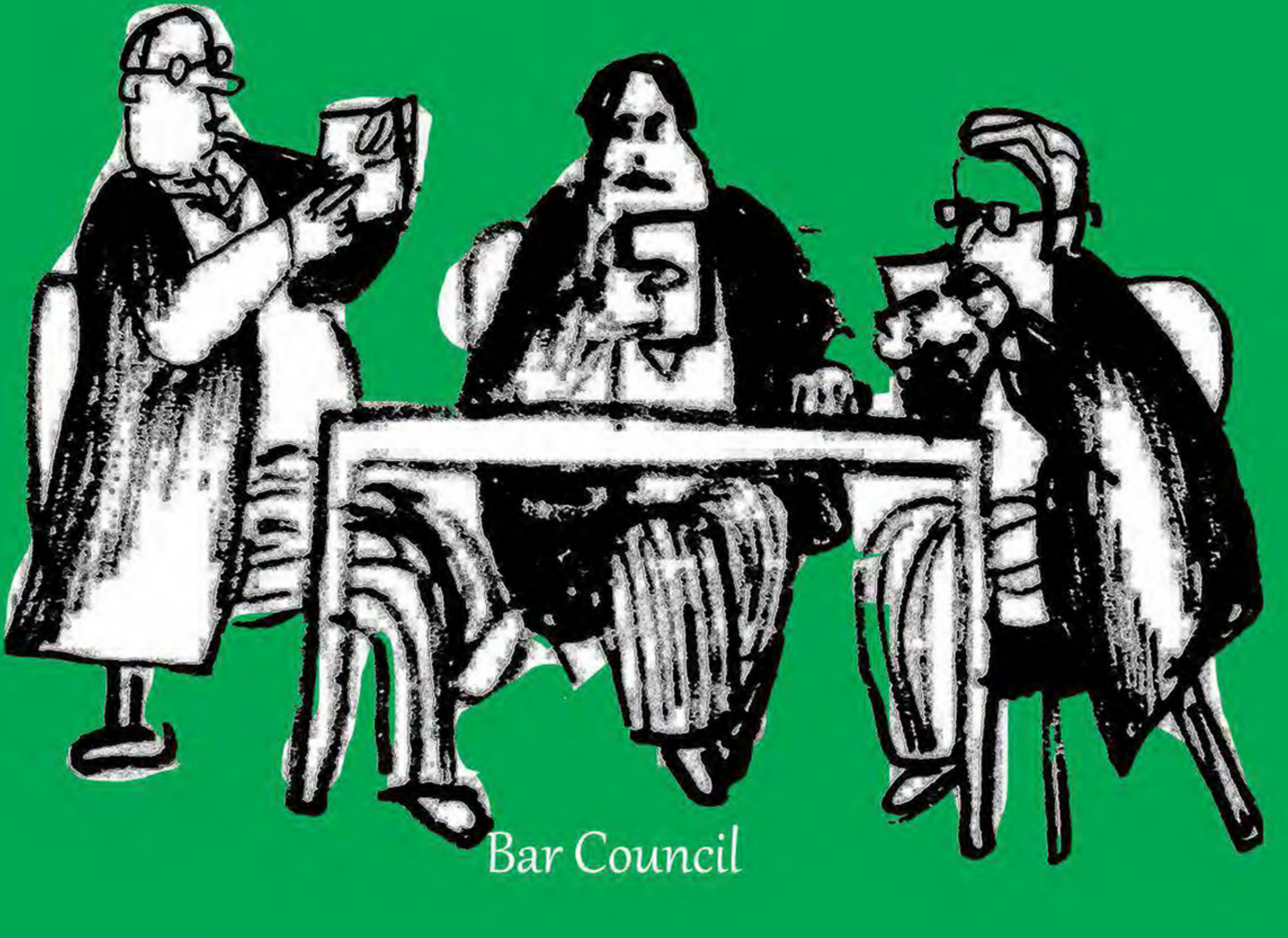

آئین کے آرٹکل ۵۴۱ اور وکیل ایکٹ کے سیکشن ۰۳ کو دیکھتے ہوئے جس نے بالا تر سپریم کورٹ کواور ہائی کورٹ کوقواعد بنانے کا اختیار دیا ہے،عدالت نے بار کو متنبہ کیا کہ عدالتوں کو بار کونسل کو وکیلوں کے توہین اور/یا غیر پیشاور طرز عمل سے نپٹنے کے لے اختیارات سے بالا تر ہوکر قواعد بنانا پڑ سکتے ہیں۔

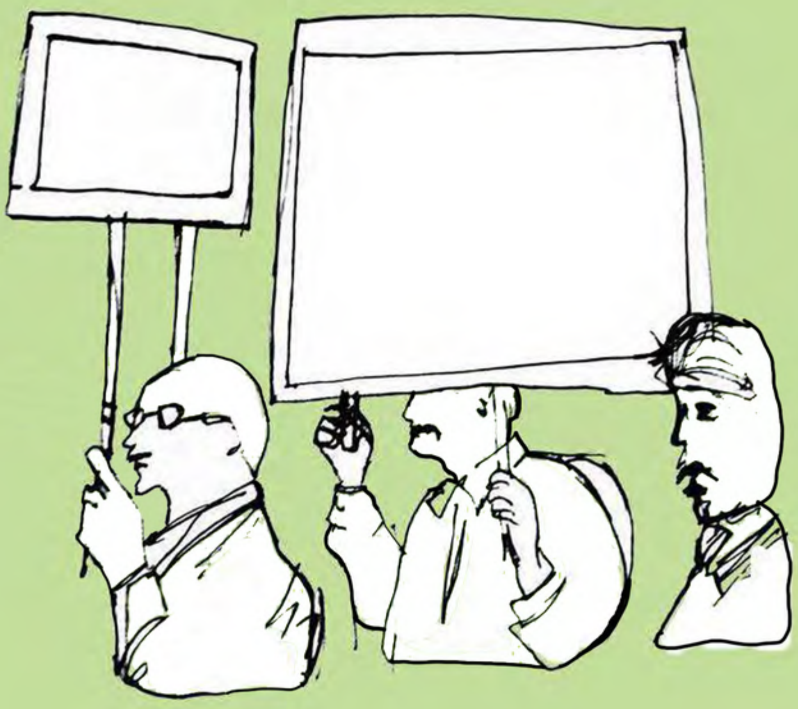

لہذا کورٹ نے تسلیم کیا کہ ہڑتال حق موجود ہے اور کسی غیر معمولی صورت میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔ تاہم عدالت عظمیٰ نے انصاف میں وکیلوں کے اہم کردار کے حوالے سے ان کے ہڑتال کے حق کو محدود کر دیا۔ باقی سب کے لے یہ مقدس حق اچھی طرح سے برقرار ہے۔

۳۵-پی یو سی ایل
بمقابلہ
یونین آف انڈیا
MANU/SC/0234/2003

پس منظر۔

اتحاد یونین اوف انڈیا بمقابلہ اسوشین اوف ڈیموکریٹک رفورم معاملہ میں سپریم کورٹ نے کہا تھا ایک شہری/ووٹرکا حق ہے کہ وہ الیکشن لڑنے والے کا پچھلی زندگی کے بارے میں جانے۔اس حق کو نافذ کرنے لیے عدالت نے الیکشن لڑنے والے امیدواروں کے لے اپنے مجرمانہ ریکارڑ، تعلیمی پس منظر اور اثاثوں اور ذمی داریوں سے متعلق معلومات الیکشن کمیشن کو فراہم کرنا لازمی قرار دیا۔

تاہم عوامی نمائندگی ترمیم ایکٹ ۲۰۰۲) representation of people (amendment Act 2002 کے ساتھ لیجسلیچر نے ایسوسیشن اوف ڈیموکریٹک رفورم معاملہ میں دی گئی ہدایات کو کالعدم قرار دیا۔

اس مقدمہ میں درخواسرت گزار نے عوامی نمائندگی ایکٹ کے سیکشن۳۳بی کے آئینی جواز کو چیلنج کیا، جس نے ظاہر کرنے کی حد کو مجرمانہ پس منظر تک محدود کردیا۔یہ پایا گیا کہ یہ سیکشن ناکافیاور ہندوستان کے آئین کے آرٹکل۱۹ [۱][اے] میں دئے گئے شہریوں کے اظہار رائے کی ازادی کے خلاف ہے۔

قانون کے سوالات۔

- کیا عوامی نمائندگی ایکٹ (Representation of People's Act) کا سیکشن۳۳بی ظاہر کرنے کی حد کو محدود کرکے آرٹکل ۱۹[۱] [اے] کی خلاف ورزی کرتا ہے؟
- کیا پارلیمپٹ نے ایسوسیشن اوف ڈیموکریٹک رفورم معاملہ میں الیکشن کمیشن کو اس عدالت کی طرف سے دی گئی ہدایت سے انحراف کرتے ہوئے اپنی اہلیت سے باہر کام کیا؟

فیصلہ۔

ہندوسان کے سپریم کورٹ نے، جمہوریت میں ووٹر کی اہمیت تسلیم کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا کے آرٹکل ۱۹[۱] [اے] میں وویٹروں کو اپنے امیدوار کے بارے میں بنیادی معلومات کا حاصل کرنا بذات خود بنیادی حق نہیں ہے،لیکن ووٹ ڈالنے کے عمل کے ذریعہ رائے کا اظہار کرنے کا حق آرٹکل ۱۹ [۱][اے]میں شامل ہے۔

امیدواروں کے بارے میں شہریوں کے معلومات کے حق اور امیدواروں کے رازداری کے حق میں توازن قائم کرنے کی ضرورت کو تسلیم کرتے ہوئے عدالت نے کہا عوامی امور، حکمرانی اور امیدوار کی ذاتی زندگی سے متعلق انکشافات کے حوالے سے معیارت کو لاگو کرنے کی ضرورت ہے۔تاہم اس کابھی خیال رکھا گیا کہ امیدوار کا رازداری کا حق عوامی مفاد سے بالاتر ہے۔

اگرچہ عدالت نے اس حقیقت کو تسلیم کیا کہ ایسوسیشن اوف ڈیموکریٹک رفورم معاملہ میں دی گئی ہدایات خاص نوعیت کی تھی اس نہ کہا لیجسلیچر کو اس موضوع پر قانون سازی کرتے ہوئے انہیں مناسب اہمیت دینی ہوگی۔

عدالت نے کالعدم قانون سازی کے سیکشن ۳۳ بی کو غیر آیئنی قرار دیا۔

اس نے اپنے فیصلے کی مندرجہ وجوہات بتائی:

معلومات کے حق کو ختم کرنے اور خاتمے کا شکار ہونے کی بجائے بڑھنے دیا جانا چاہئے،لیکن دفعہ ۳۳بی کا لازم ہونا جو غیر رکاوٹ والی دفعہ کے ذریعہ پیش کیا گیا تھا اظہار رائے کی ازادی کے لے معلومات کے بہاو میں رکارٹ ہے۔

دوسری وجہ جس سے سیکشن ۳۳بی کی مذمت کی جانی چاہئے وہ یہ ہے کہ صرف ان انکشافات کے دائرہ کار کو روک کر جو ترمیم کے ذریعہ خاص طور پر فراہم کی گئی ہے، پارلمنٹ معملومات کے ایک اہم پہلو یعنی اثاثوں اور ذمی داریوں کے انکشاف پر اژر انداز ہونے میں ناکام رہا اور اس طرح اظہار رائے کی آزادی کے ایک حصے کے طور پر معلومات کے حق کو موئثر بنانے میں خاطر خواہ تک ناکام رہا۔ معلومات کا حق جو اب لیجسلیچر کے ذریعہ فراہم کیا گیا ہے اس کا تعلق بلا شبہ ایک ضروری نکتے سے ہے لیکن اثاثوں اور قابلیت سے متعلق دوسرے ضروری پہلو کو نظر انداز کرتے ہوئے جیسا کہ اسکا ذکر ہوا، پارلمنٹ نے معلومات کا دائرہ کار کو غیر ضروری طور پر محدود کر دیا جسے شہریوں کو دیا جانا چاہئے اور اس طرح آرٹکل ۱۹ [۱] [اے] میں دی گئی ضمانت اثر انداز ہو رہی ہے۔

عدالت نے مخصوص پہلوؤں کے حوالے سے امیدواروں کے بارے میں معلومات کے حوالے سے بات کی۔

مجرمانہ پس منظر اور امیدواروں کے خلاف ملتوی مقدمات : عدالت نے پایا کہ پارلمنٹ نے جو فراہم کیا تھا یعنی عوامی نمائندگی ایکٹ کا سیکشن ۳۳ اے یہ مجرمانہ پس منظر کے حوالے سے کافی ہے۔

اثاثوں اور ذمہ داری کا انکشاف:عدالت نے اثاثوں اور ذمہ داریوں کا انکشاف شہریوں کے معومات۔ کے حق کے لے ضروری قرار دیا۔ اور یہ کہا:

امیدواروں کی مالی حالت کے بارے میں عوامی اگاہی ایک رائے قائم کرنے میں بہت اہم کردار ادا کرے گی کہ کہی امیدوار نے انتخاب کے بعداپنے نام پر یا خاندان کے کسی فرد،شریک حیات اور منحصر بچون کے نام پر دولت جمع تو نہیں کی۔اس وقت جب امدوار دوبارہ انتخاب کا ایوان ہو، شہری /ووٹر الیکشن سےپہلے اور بعد میں اثاثوں کا تقابلی خیال رکھ سکتے ہیں تاکہ یہ اندازہ لگایا جاسکے کہ کیا عوامی عہدہ ممکنہ طور پر خود کو بڑھاوا دینے کے لے استعمال کیا گیا ہےیا قوم۔کے لئے ۔اتفاق سے یہ انکشاف تیزی سے پیسا کمانے کی طاقت کے غلط استعمال کے خلاف ایک چیک کے طور پر کام کرے گا،یہ ایک ایسی بیماری ہے جس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا اور یہ ہماری جمہوری قوم کے سیاسی میدان میں پھیلی ہوئی ہے۔ذمہ داری کے حوالے سے،اس انکشاف سے ووٹر کو یہ جاننے میں مدد ملے گی کہ کیا امیدوار کے پاس سرکاری مالیاتی ادارو ں یا حکومت کو واجب الادا قرض ہیں۔اس طرح کی معلومات کاعوام کے پیسے سے لین دین میں امیدوار کے سابقہ اور رجحانات پرمتعلقہ اثرپڑتا ہے۔

تعلیمی قابلیت: عدالت کو کسی امیدوار کے تعلیمی قابلیت کی معلومات کے انکشاف کو آئین کے آرٹکل ۱۹ [۱] [اے] سے حاصل ہونے والی معلومات کے حق کا لازمی جزو نہیں ملا۔

۳۶-رامیشور پرساد اور دوسرے
بمقابلہ
یونین آف انڈیا
MANU/SC/0399/2006

پس منظر-

۲۰۰۵ میں بہار قانون ساز اسمبلی کے الیکشن کے بعد کوئی بھی پارٹی اپنے طور پر حکومت نہیں بنا سکی-ایسی صورت حال میں آرٹکل ۳۵۶کے تحت صدر راج نافذ کرنے کی اطلاع جاری کی گئی اور مجلس کو تعطیل (سسپیننشن) میں رکھا گیا-بعد میں طاقت حاصل کرنے کے مقصد سے امیرواروں کی تجارت اور بڑے پیمانے پر ڈفیکشن کو پکڑتے ہوئے گورنر نے۲۷ اپریل اور ۲۱ مئی کو صدر کو ایک رپورٹ پیش کی-گورنر کی رپورٹ کے بعد صدر نے پہلی ملاقات سے پہلے ہی اسیمبلی کو برخاستکر دیا-

آئین کے آرٹکل ۳۲ کے تحت رٹ کی درخواست دائر کی گئی تھی جس میں مجلس تحلیل کرنے کے صدر کے حکم کی آئینی حیثیت،قانونی حیثیت اور جواز کو چیلنج کیا گیا تھا-

قانونی سوالات۔

- کیا آین کے آرٹکل۱۷۴[۲][بی] کے تحت قانون ساز مجلس کو اس کی پہلی ملاقات کے بغیر برخاست کرنا جائز ہے؟
- کیا ۲۳ مئی ۲۰۰۵ کو بہار کی اسیمبلی کو برخاست کرنے کا اعلان غیر قانونی اور غیر آیینی ہے؟
- اگر مزکورہ سوال کا جواب اثباث میں ہے تو کیا سابقہ حالات کی طرف لوٹنا ضروری ہے؟
- آرٹکل ۳۶۱ میں گورنر کو استثنیٰ دینے کی گنجائش کیا ہے؟

فیصلہ۔

عدالت نے کہا کہ ,اسیمبلی کی مدت' اور 'اسیمبلی کے مقررہ اجتماع، میں فرق ہے۔ جبکہ آرٹکل ۱۷۶ سابقہ سے متعلق ہے عوامی نمائندگی ایکٹ، ۱۹۵۱ کو سیکشن ۷۳ مؤخر الذکر سے متعلق ہے۔کوئی آئینی یا قانونی دفعہ نہیں ہے جو اسیمبلی کو اسکی پہلی ملاقات سے پہلے برخاست کرنے سے روکتی ہو۔بہار قانون ساز اسیمبلی کی تشکیل عوامی نمائندگی ایکٹ۱۹۵۱ کی سیکشن ۳۷ کے تحت کی گئی تھی۔اس طرح درخواست گزار کا یہ استدلال کہ آرٹکل ۱۷۴[۲] کے تحت اسیمبلی کو پہلی ملاقات کے بغیر برخاست نہیں کیا جا سکتا، کوئی اہمیت کی حامل نہیں۔

غیر قانونی طریقوں سے اکثریت کو اکٹھا کرنے کی کوششوں کی بنیاد پر اسیمبلی برخاست کرنےکا حکم دینے کے گورنر کے اختیار کو رد کرتے ہوئے عدالت نے لہا:

آرٹکل ۳۵۶ کے تحت غیر معمولی طاقت کا استعمال کرنے کے لئے اس طرح کے تجویز کوقبول کرنا برخاستگی کا ایک سیلابی دروازا کھول سکتا ہے اور اس کے خطرناک نتایج نکل سکتے ہیں۔الیکشن کے بعد کی صف بندی اور دوبارہ صف بندی کا غیر اخلاقی ہونا ملک اور ریاست کو دوسرے الیکشن میں دھکیلنے کی بنیاد بن سکتا“

مجلس برخاست کرنے کا حکم غیر آئینی قرار دیا گیا۔آئین کا آرٹکل ۳۵۶ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ”متعلقہ مواد“ کی بنیاد پر اعلان جاری کیا جائے جو یہ بتاتا ہے کہ ایسی صورت حال پیدا ہوئی ہے جس میں ریاستی حکومت آئین کی دفاعت کے مطابق نہیں چل سکتی۔تاہم موجودہ معاملے میں گورنر کی رپورٹ جس کی بنیاد پر صدر نے ۲۳ مئی کو حکم نام جاری کیا تھا غیر متعلقہ پائی گئی۔

آرٹکل ۳۵۶ کے تحت صدر کو عطا کی گئی طاقت ایک مشروط طاقت ہے۔یہ ایک مطلق طاقت نہیں ہیں۔ایسے معاملے میں گورنر کی رپورٹ مشتمل ہو یا شامل ہو۔ ایک پیشگی شرط ہے۔“

بلاشبہ ایک گورنر پر آئین اور قانون کو محفوظ، حفاظت اور دفاع کرنے کی فرض عائد ہو تا ہے،جمہوریت کو برقرار رکھنے اور سیاسی انحراف کے ناسور کوہندوستانی جمہوریت کو برباد کرنے کی اجازت نہ دینے کا اہم فرض اور ذمہ داری ہے۔لیکن موجودہ معملے کے پس منظر پر ہم یہ قبول کرنے سے قاصر ہیں کہ گورنر نے ۲۷ اپریل اور ۲۱ مئی ۲۰۰۵ کی رپورٹوں کے ذریعہ مذکورہ مقصد کو حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔کوئی مواد نہیں تھا ہ ماننے کے لے کہ گورنر کے پاس سیاسی پارٹیوں کی کوئی جائز تنظیم نہیں تھی اور غیر منصفانہ، غیر قانونی، غیر اخلاقی اور غیر آئینی طریقوں سے انحراف کے ذریعہ جمہوریت کی صریح تحریف کی گئی۔"

اعلان کے غیر آئینی ہونے یک باوجود عدالت اسیمبلی کو بحال نہیں کر سکتی کیونکہ الیکشن کا عمل شروع ہو چکا تھا۔عدالت نے اس امید میں عملی نقطہ نظر اختیار کیا کہ ووٹر فیصلہ کن فیصلہ دے دیں گے۔جہاں تک گورنر کے استثنیی کے بارے میں سوال ہے،آرٹکل ۳۶۱ کے ذریعہ فراہم استثنیٰ کے دائرہ کی وضاحت کرتے ہوئے عدالت نے کہا کہ گورنر کو کامل استثنیٰ حاصل ہے،وہ اپنے اختیارات کے استعمال اور کاکردگی کے لے کسی بھی عدالت کو جواب دہ نہیں ہیں۔

تاہم عدالے نے س بات کا اعادہ کیاکہ آرٹکل ۳۶۱[۱] دعالت کے اس اختیا ر کو نہیں چھین سکتا کہ وہ کارکرداہی کی درستگی کا جائزہ لے سکے جس میں بدکاری کی بنیاد بھی شامل ہو۔
کا جائزہ لے سکے جس میں بدکاری کی بنیاد بھی شامل ہو۔

۳۷ سوامی شردھانند
بمقابلہ
ریاست مہاراشٹر
MANU/SC/3096/2008

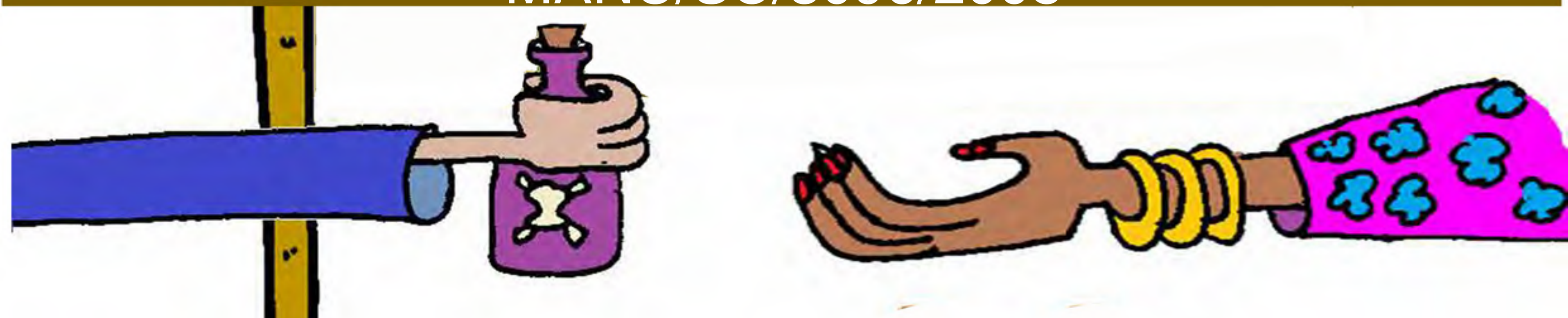

پس منظر

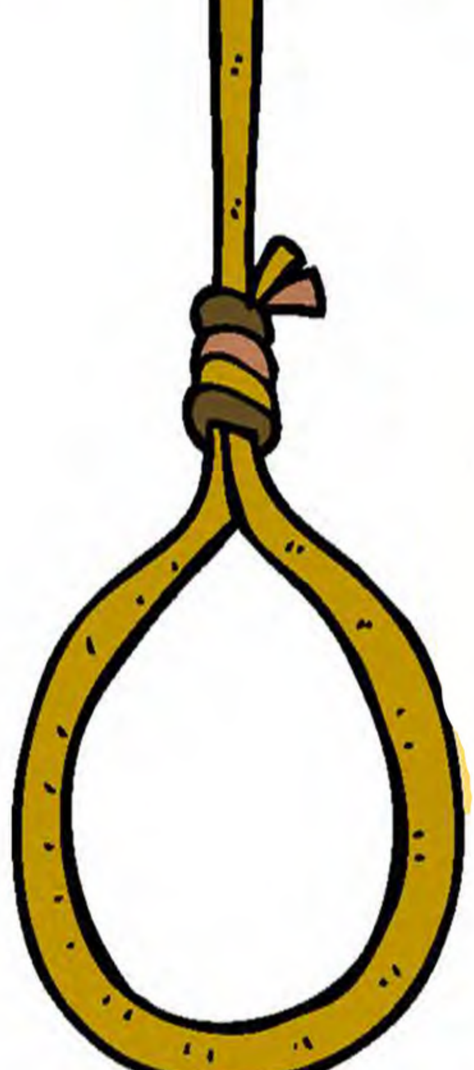

موجودہ کیس میں، اپیل کنندہ کو اپنی بیوی کو نشہ آور دوا دینے اور زندہ دفن کرنے اور اس کے نتیجے میں اسے قتل کرنے کا قصوروار ٹھہرایا گیا تھا۔ اسے سیشن کورٹ نے قتل کے جرم میں سزائے موت سنائی تھی۔ ہائی کورٹ نے ان کی سزائے موت کی کنفرم کردی۔ سپریم کورٹ کے دو ججوں کی بنچ نے اس کیس پر الگ الگ فیصلہ سنایا اور یہ معاملہ موت کی سزا پر نظرثانی کے لیے تین ججوں کی بنچ کو بھیج دیا گیا۔

قانونی سوالات۔

کیا موت کی سزا کو کم سزا میں تبدیل کیا جا سکتا ہے؟

فیصلہ۔

بچن سنگھ کے فیصلے کو دیکھتے ہوئے اور اس پر دوبارہ زور دیتے ہوئے، عدالت نے دیے گئے مقدمے میں سزائے موت کو عمر قید میں تبدیل کر دیا۔ یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ بچن سنگھ کیس "ایک نایاب کیس ہے اور عدالت نے ایک ڈاکٹرن کو قائم کیا ۔اقر کورٹ نے کہا ۔۔

معاملے کی سچائی یہ ہے کہ سزائے موت کا سوال موضوعی عنصر سے خالی نہیں ہے اور اس عدالت کی طرف سے سزائے موت کی اور اس میں تبدیلی کی توثیق بینچ کی تشکیل کرنے والے ججوں کی ذاتی ترجیح پر کافی حد تک منحصر ہے۔"

تاہم، عدالت نے کہا کہ 14 سال کی قید جو کہ عمر قید کے طور پر گزری ہے، دیے گئے مقدمے میں ناکافی ہوگی۔ اس نے کہا،

"قانونی کتاب میں ایک خاص قسم کی سزا کی تشکیل، خواہ وہ بہت ہی کم مقدمات کے لئے ہو، بہت فائدمند چیز ہے لیکن اسکو بہت ہی کم مقدمات میں استعمال کیا جانا چاہئے۔ یہ فیصلہ بچن سنگھ کیس میں بنی قانونی بینچ کا مکرر ہے۔

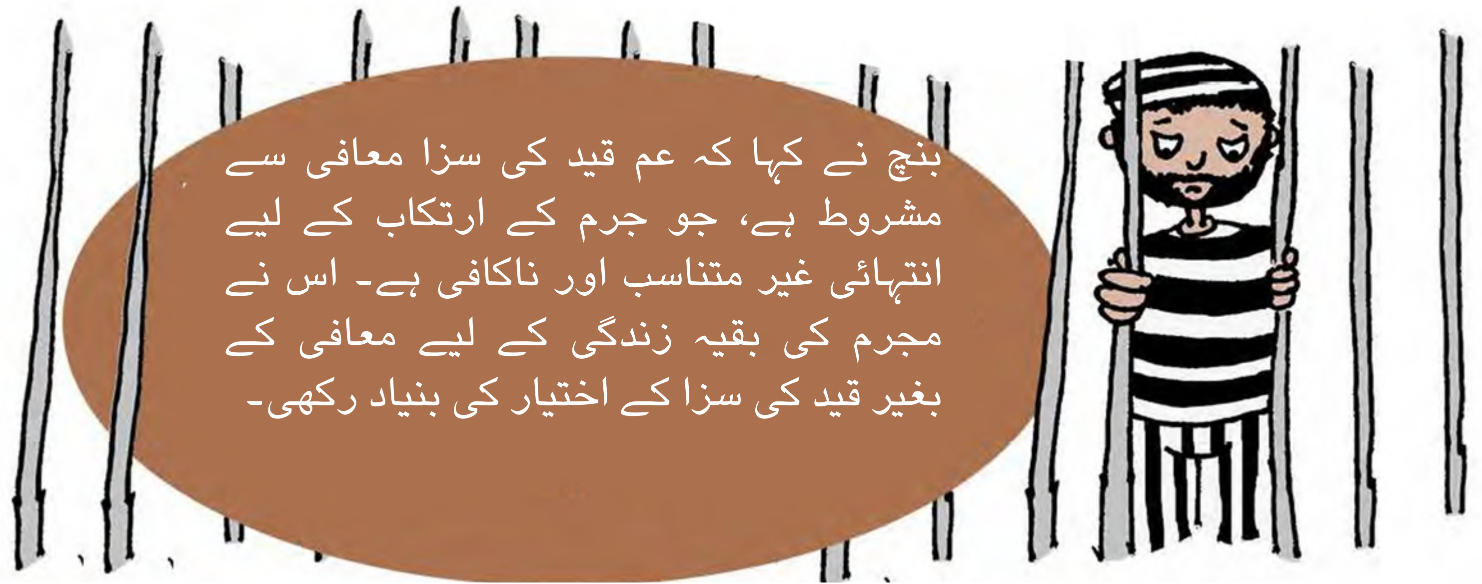

manupatra® JUSTICE adda

۳۸ سیلوی
بمقابلہ
ریاست کرناٹک

MANU/SC/0325/2010

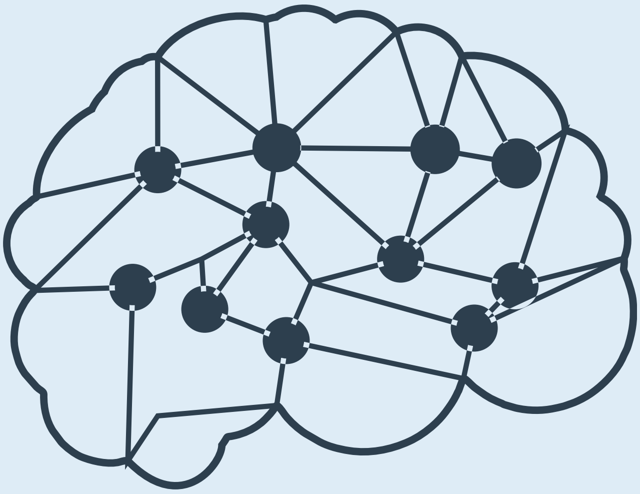

پس منظر۔

موجودہ کیس میں اپیل کنندہ سیلوی کی بیٹی نے اپنے خاندان کی مرضی کے خلاف ایک مختلف ذات سے تعلق رکھنے والے شخص سے شادی کی۔ 2004 میں اس شخص کو بے دردی سے قتل کر دیا گیا اور سیلوی اور دو دیگر افراد شک کے دائرے میں آگئے۔ اس کیس میں پُروزِیکیوشن نے عدالت سے تینوں افراد کے پولی گراف اور برین میپنگ ٹیسٹ کرانے کی اجازت مانگی، اس طرح کی اجازت دی گئی۔

جب ان ٹیسٹوں کے فیصلہ میں غلطی ہوئی تو پُروزِیکیوشن نے تینوں افراد پر نارکو(Narco) تجزیہ کرنے کی اجازت طلب کی جسے مجسٹریٹ نے منظور کر لیا۔ پھر تینوں نے اس فیصلے کو کرناٹک ہائی کورٹ میں چیلنج کیا لیکن راحت حاصل کرنے میں ناکام رہے۔ اس کے بعد انہوں نے سپریم کورٹ میں اپیل کی۔

فوجداری اپیلوں کے اس موجودہ بیچ میں ان واقعات کے حوالے سے اعتراضات اٹھائے گئے جہاں وہ افراد جو ملزم، مشتبہ یا تفتیش میں گواہ ہیں ان کو نارکو (narco) ٹیسٹ برین الیکٹریکل ایکٹیویشن پروفائل (BEAP)، فنکشنل میگنیٹک ریزوننس امیجنگ پولی گراف جیسے ٹیسٹوں کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ ان کی رضامندی کے بغیر۔

قانونی سوالات۔

- کیا فوجداری مقدمات میں تفتیشی کوششوں کو بہتر بنانے کے مقصد سے بعض تکنیکوں کا استعمال، یعنی نارکو ٹیسٹ، پولی گراف ایگزامینیشن اور برین الیکٹریکل ایکٹیویشن پروفائل (BEAP) ٹیسٹ کا بغیر انکی اجازت کے کرنا بنیادی حقوق کی خلاف ورزی کرسکتا ہے جن کی ضمانت خود آئین نے دی ہے ؟

- کیا آئین کے آرٹیکل 21 کی نظر میں اس طرح کی تکنیکوں کا غیر رضاکارانہ انتظام 'ذاتی آزادی' پر ایک معقول پابندی ہے؟

- خود پر الزام لگانے کا سوال اور کیا یہ ٹیسٹ آرٹیکل 20(3) کے دائرہ کار میں محفوظ ہیں جو کہتا ہے کہ کسی بھی شخص کو اپنے خلاف گواہ بننے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔

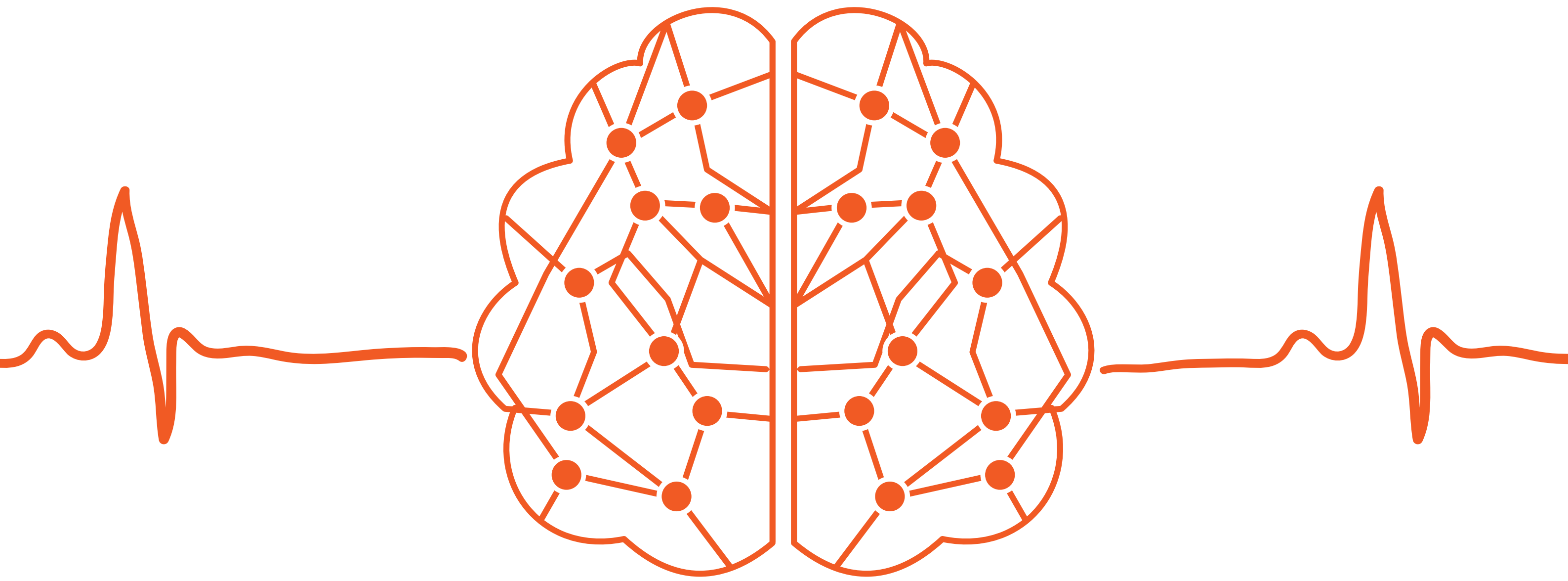

فیصلہ۔

عدالت نے اپنے فیصلے میں کہا کہ برین میپنگ؛ پولی گراف اور اس طرح کے دوسرے ٹیسٹ آئین ہند کے آرٹیکل 21 اور 20(3) کی خلاف ورزی ہیں۔ یہ کہتے ہوئے کہ معلومات حاصل کرنے کے لیے استعمال کیے جانے والے اس طرح کے ٹیسٹ آرٹیکل 20(3) کے معنی میں خود کو جرم قرار دینے کے مترادف ہوں گے، اور اس طرح اسے بطور ثبوت تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ عدالت نے کہا کہ آرٹیکل 20(3) بولنے اور خاموش رہنے کے درمیان فرد کے انتخاب کی حفاظت کرتا ہے، قطع نظر اس کے کہ بعد کی گواہی سے جرم ثابت ہوتا ہے یا نہیں۔

"آرٹیکل 20(3) کا مقصد 'ذاتی معلومات کی زبردستی ترسیل کو روکنا ہے جو کیس میں موجود پس منظر سے متعلق ہو'۔ ہر ایک غیر منقولہ ٹیسٹ سے حاصل ہونے والے فیصلہ ایک 'تعزیتی' کردار کے حامل ہوتے ہیں اور انہیں مادی ثبوت کے طور پر درجہ بندی نہیں کیا جا سکتا۔

آرٹیکل 21 کے تحت ضمانت دی گئی ذاتی آزادی کی خلاف ورزی پر عدالت نے کہا، "ہم سمجھتے ہیں کہ کسی بھی فرد کو زبردستی زیر بحث تکنیکوں میں سے کسی کا نشانہ نہیں بنایا جانا چاہئے، چاہے وہ فوجداری مقدمات میں تفتیش کے تناظر میں ہو یا دوسری صورت میں۔ ایسا کرنا ذاتی آزادی میں غیرضروری مداخلت کے مترادف ہوگا۔ تاہم، ہم مجرمانہ انصاف کے تناظر میں غیر قانونی تکنیکوں کی رضاکارانہ انتظامیہ کے لیے جگہ چھوڑتے ہیں، بشرطیکہ کچھ حفاظتی اقدامات موجود ہوں۔“

اس طرح کے فیصلے سے مجرموں کو فائدہ پہنچانے کے وسیع پیمانے پر زیر غور سوال کو حل کرتے ہوئے، عدالت نے کہا، "کوئی یہ دلیل دے سکتا ہے کہ اس فیصلے سے فائدہ اٹھانے والے کچھ فریق سخت گیر مجرم ہو سکتے ہیں جنہیں معاشرتی اقدار کا کوئی خیال نہیں ہے۔ تاہم، یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ آئینی فیصلے میں ہمارے خدشات صرف پس منظر تک ہی محدود نہیں ہیں بلکہ ان کا دائرہ وسیع ہے۔

پوری آبادی کے ساتھ ساتھ آنے والی نسلوں کے لیے ہمارے فیصلے فائدہ مند ثابت ہونے چاہیے۔

۳۹ ارونا رام چندر شانباگ
بمقابلہ
یونین آف انڈیا
MANU/SC/0176/2011

پس منظر۔

کنگ ایڈورڈز میموریل ہسپتال، ممبئی میں کام کرنے والی نرس ارونا شانباگ کو ہسپتال میں کام کرنے والے ایک صفائی کرنے والے نے جسمانی اور جنسی زیادتی کا نشانہ بنایا۔ حملے کے نتیجے میں ارونا شانباگ کے دماغ کو شدید نقصان پہنچا۔ وہ زندگی کے ضروری کام انجام دینے سے قاصر ہوگئی۔ محترمہ پنکی ویرمانی نے ارونا شانباگ کی جانب سے ایک رٹ پٹیشن دائر کی، جو 36 سال سے مستقل کومہ کی حالت میں پڑی تھی، اور عدالت سے مطالبہ کیا کہ مدعا علیہ ارونا کو کھانا کھلانے سے روکا جائے، اس طرح اسکو پرامن طور پر مرنے دیں۔

قانونی سوالات۔

- اگر کوئی شخص کومہ PVS میں ہے تو کیا زندگی کو برقرار رکھنے والے علاج کو روکنا یا واپس لینا جائز ہے؟

- اگر ایک مریض نے پہلے ہی یہ خواہش ظاہر کی ہے کہ وہ بے کار نگہداشت یا PVS کی صورت میں زندگی کو برقرار رکھنے والا علاج نہ کرے، تو کیا صورتحال پیدا ہونے پر اس کی خواہشات کا احترام کیا جانا چاہئے؟

- اگر کسی شخص نے پہلے ایسی خواہش کا اظہار نہیں کیا ہے، اگر اس کا خاندان یا قریبی رشتہ دار زندگی کو برقرار رکھنے والے بیکار علاج کو روکنے یا واپس لینے کی درخواست کرتا ہے، تو کیا ان کی خواہشات کا احترام کیا جانا چاہئے؟

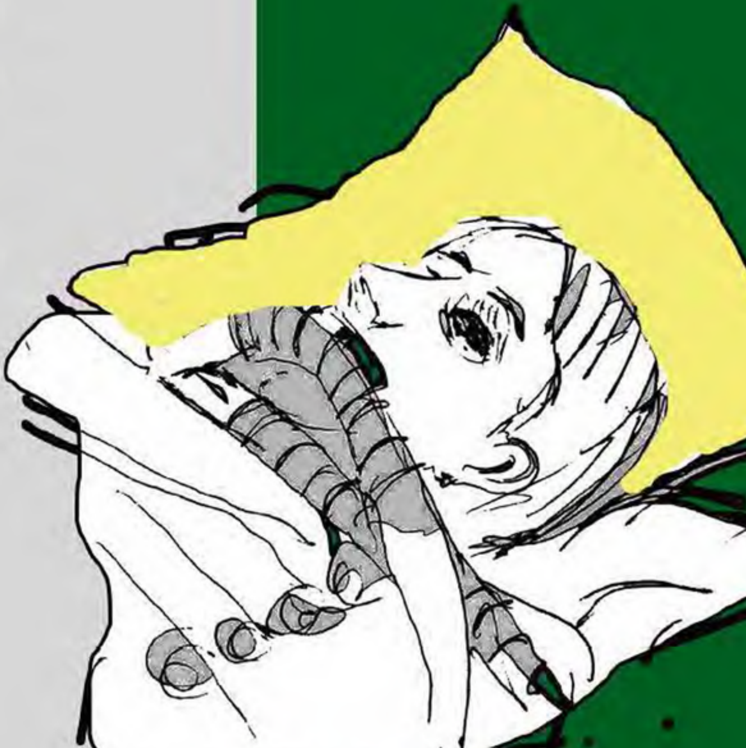

(Active euthanasia) فعال euthanasia

اس میں مریض کی موت کا سبب بننے کے لیے مہلک مادوں کا استعمال جیسے مخصوص اقدامات اٹھانا شامل ہے، جیسے۔ ایک مہلک انجیکشن ایک ایسے شخص کو دیا جانا جو ایک ٹرمینل بیماری میں مبتلا ہے جو شدید اذیت میں ہے۔

(Passive euthanasia) غیر فعال euthanasia

اس میں زندگی کے تسلسل کے لیے طبی علاج کو روکنا شامل ہے، جیسے مریض کے گردوں کی بقا کے لیے ضروری ہونے کے باوجود ڈائیلاسز مشین کا استعمال روکنا۔

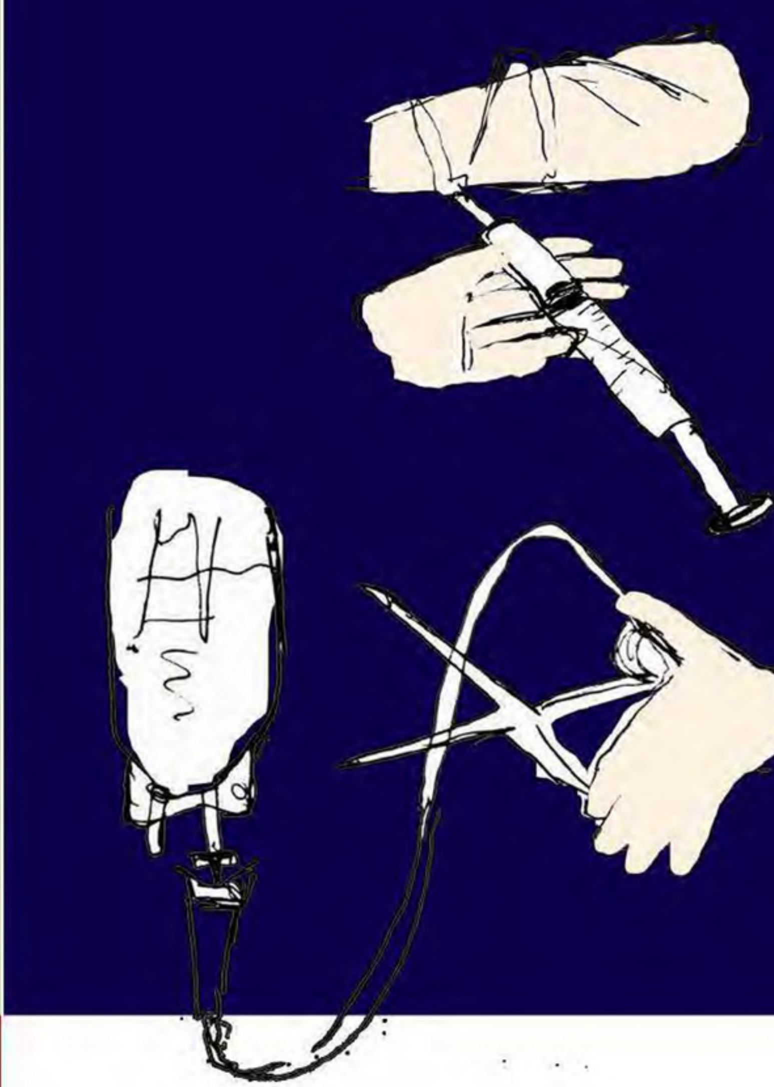

فیصلہ۔

رضاکارانہ یوتھنیسیا وہ ہے جہاں مریض سے رضامندی لی جاتی ہے، جب کہ غیر رضاکارانہ یوتھنیسیا وہ ہے جہاں رضامندی دستیاب نہیں ہے جیسے جب مریض کوما میں ہو، یا دوسری صورت میں رضامندی دینے سے قاصر ہو۔

عدالت نے ایکٹِوْ یوتھنیسیا کو غیر قانونی اور پیسّو یوتھنیشیا کو قانونی تسلیم کیا۔“

<u>لائف سپورٹ واپس لینے کے لیے درخواست اور طرقہ جو کہ ہائی کورٹ کوعمل۔میں لانا ہے</u>

درخواست موصول ہونے پر چیف جسٹس ہائی کورٹ کم از کم دو ججوں پر مشتمل بنچ تشکیل دے گا جو فیصلہ کرے گا کہ منظوری دی جائے یا نہیں۔

بنچ کو اپنا فیصلہ سنانے سے پہلے تین نامور ڈاکٹروں پر مشتمل کمیٹی کی رائے لینی ہے جن میں سے ایک ترجیحی طور پر نیورولوجسٹ، ایک سائیکاٹرسٹ اور تیسرا فزیشن ہونا چاہیے۔

کمیٹی مریض کا معائنہ کرنے، صحت کے ریکارڈ کا تجزیہ کرنے اور ہسپتال کے عملے کی رائے لینے کے بعد بنچ کو رپورٹ پیش کرے گی۔

اس کے ساتھ ہی ہائی کورٹ متاثرہ کے رشتہ داروں کو نوٹس جاری کرے گی اور ان کی رائے پر غور کرے گی۔

عدالت میڈیکل پریکٹیشنر کے ساتھ ساتھ رشتہ داروں اور سروگیٹس کے خیالات پر غور کرنے کے بعد ہی مریض کے مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنا فیصلہ سنائے گی۔

۴۰-سوسائٹی فور اَنْ ایڈیڈ پرائیویٹ اسکول آف راجستھان بمقابلہ یونین آف انڈیا

MANU/SC/0311/2012

پس منظر-

بچوں کا مفت اور لازمی تعلیم کا حق ایکٹ 2009 (آر ٹی ای ایکٹ) آئین ہند میں 86 ویں امینڈمینٹ کے ذریعے آرٹیکل 21 اے کو شامل کرکے نافذ کیا گیا تھا جس میں ریاست سے 6 سے 14 سال کی عمر کے تمام بچوں کو مفت اور لازمی تعلیم فراہم کرنے کو لازم-کر دیا گیا۔ یہ ایکٹ نجی اسکولوں میں کمزور اور پسماندہ طبقوں کے بچوں کے لیے اسکول کی نشستوں کا 25 فیصد کوٹہ بھی فراہم کرتا ہے۔

سوسائٹی فار اَنْ ایڈیڈ پرائیویٹ اسکولز نے ایکٹ کے سیکشن۱۲کی آئینی حیثیت کو چیلنج کیا کہ پرائیویٹ اسکولوں سے مخصوص ضوابط پر عمل کرنے کی توقع رکھنے سے آئین کے آرٹیکل ۱۹ جو کہ کسی بھی پیشے پر عمل کرنے کی اجازت دیتا ہے، خلاف ورزی ہوگی۔ آئین کے آرٹیکل ۳۰ کے تحت اقلیتی گروپوں کے اپنے اسکول چلانے کے حق کی بھی خلاف ورزی کرے گا۔

قانونی سوالات۔

- کیا ۲۰۰۹ کا ایکٹ آئین کے آرٹیکل ۱۹(۱)(جی) کی خلاف ورزی کرتا ہے، جو ہر شہری کو کسی بھی پیشے یا پیشے پر عمل کرنے کا حق دیتا ہے؟
- کیا آئین کے آرٹیکل 30 کی خلاف ورزی کی گئی ہے، جو اقلیتی گروہوں کے نجی اسکولوں کے قیام اور ان کا انتظام کرنے کے حق کا تحفظ کرتا ہے؟

فیصلہ۔

عدالت نے ۲۰۰۹ کے ایکٹ کے اصل مقصد کے بارے میں بات کرتے ہوئے آغاز کیا جس کا مقصد مفت اور لازمی تعلیم کے حق کو منصفانہ بنانا، ہر بچے کو پڑوس کے اسکول تک رسائی کا تصور کرنا، اور عالمی سطح پر ابتدائی تعلیم جمہوری سماج کےتانے بانے کو مضبوط بنانے میں کردار ادا کر سکتی ہے۔ .

"تعلیم ایک ایسا عمل ہے جس میں بہت سے مختلف اداکار شامل ہیں: وہ جو تعلیم فراہم کرتا ہے (استاد، تعلیمی ادارے کا مالک، والدین)، وہ جو تعلیم حاصل کرتا ہے (بچہ، شاگرد) اور وہ جو قانونی طور پر ذمہ دار ہے۔ تعلیم حاصل کرنے والے کے لیے (والدین، قانونی سرپرست، معاشرہ اور ریاست)۔ یہ اداکار تعلیم کے حق کو متاثر کرتے ہیں۔

عدالت نے نجی اور سرکاری اسکولوں کے لیے لازمی کوٹہ کی آئینی حیثیت برقرار رکھی۔ حکومت آئینی طور پر نجی اسکولوں سے مطالبہ کر سکتی ہے کہ وہ اپنے داخلے کی جگہوں کا 25% پسماندہ پس منظر کے طلباء کے لیے محفوظ کریں۔

عدالت نے استدلال کیا کہ آر ٹی ای ایکٹ ''بچوں پر مرکوز ہے نہ کہ ادارہ مرکوز''، جس کا مطلب یہ تھا کہ بچوں کی تعلیم کو یقینی بنانا ایک ترجیح تھی قطع نظر اس سے کہ اس کا بوجھ نجی اسکول پر پڑے۔ عدالت نے کہا،

"اس لیے بچوں کے حقوق کی بنیادی ذمہ داری ریاست پر عائد ہوتی ہے اور ریاست کو بچوں کے حقوق کا احترام، تحفظ اور انہیں پورا کرنا ہوتا ہے اور یہ بھی فرض ہے کہ وہ نجی اداروں کو ریگولیٹ کرے جو بچوں کی دیکھ بھال کرتے ہیں، بچوں کو تشدد یا زیادتی سے بچانے کے لیے، بچوں کو معاشی استحصال، خطرناک کام سے بچائیں اور بچوں کے ساتھ انسانی سلوک کو یقینی بنائیں۔ ریاست کے فرائض انجام دینے والے غیر ریاستی اداکاروں سے بھی توقع کی جاتی ہے کہ وہ نجی تعلیمی اداروں کے قیام اور ان کو چلانے کے لیے بچوں کے حقوق کا احترام اور تحفظ کریں، لیکن وہ ان کے حقوق سے دستبردار ہونے کی توقع نہیں ہے جس کی آئینی ضمانت دی گئی ہے''

عدالت نے آئین کے آرٹیکل ۳۰ کے تحت قائم پرائیویٹ اسکولوں اور پرائیویٹ اقلیتی اسکولوں کے درمیان فرق کیا۔ عدالت نے استدلال کیا کہ پرائیویٹ اقلیتی اسکولوں کو ۲۵ فیصد کوٹہ پر عمل درآمد کرنے کی ضرورت اقلیتوں کے آئین کے آرٹیکل ۳۰ کے تحت اپنی پسند کے اداروں کو چلانے کے حقوق میں مداخلت کرے گی اور اس لیے ان حقوق کی خلاف ورزی ہوگی۔

۴۱-نوورتس اے جی
بمقابلہ
یونین اوف انڈیا وڈیگر
MANU/SC/0281/2013

پس منظر۔

۱۹۹۸ میں نوورتس ، دواساز کمپنی ، نے اپنے بیٹا کرسٹل(β-crystallin) کی شکل میں ایمٹنب مسیلٹ (Imatinib Mesylate) سالٹ کی مخصوص تبدیلی کے لئے پیٹنٹ کی درخواست دائر کی۔ ایمٹنب مسیلٹ(Imatinib Mesylate) کو دائمی ماءیلوڈ کیوکیمیا (Myeloid Leukemia) کے علاج کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور اس کو نوورتس گلیوک(Gleevec) کے نام سے بیچتا ہے۔

۲۰۰۵ میں انڈین پیٹنٹ ایکٹ میں ایک ایک امینڈمینٹ کے سلسلے میں ہندوستانی پارلمنٹ نے دفعہ ۳[ڈی] کو اپنایا جو ۱ جنوری ۲۰۰۵ کو نافذ ہوا، جو کسی معلوم شدہ مادہ کی نئی شکل پر مشتمل ایجاد کو پیٹنٹ دینے کی اجازت نہیں دیتا جب تک کہ وہ مطلوبہ فیصلہ پیدا کرنے کی صلاحیت کے لحاظ سے خصوصیات میں نما یا طور پر مختلف نہ ہو، یعنی اسکی افادیت۔

نوورتس نےدفعہ ۳[ڈی] کی آئینی جواز کو یہ کہتے ہوئے ۲۰۰۷ میں مدراس ہائی کورٹ میں چیلنج کیاکہ ڈبلیو ٹی او ٹرپس (WTO TRIPS Agreement) معاہدوں کے تحت طے شدہ عالمی دانشورانہ املاک کے معیارات سے مطابقت نہیں رکھتا جسے بعد میں مسترد کر دیا گیا۔

۲۰۱۳ میں، نووارٹیس نے اسپیشل لِیو پَیٹِیشن کے ذریعے مدراس ہائی کورٹ کے فیصلے کی بنیاد پر ہندوستانی پیٹنٹ آفس کی جانب سے مسترد کیے جانے کے خلاف سپریم کورٹ سے رجوع کیا۔

قانونی سوالات۔

اس کیس میں سوال ہندوستان پیٹنٹ[ترمیمی]ایکٹ،۲۰۰۵ کی دفعہ۳[ڈی] کے دائرہ کار سے متعلق تھا کہ کیاایجاد اس کی دفعات سے مطابقت نہیں رکھتی اور اگر اس کے دائرہ کار میں اتی ہے تو کیا اس نے ایکٹ میں فراہم کردہ نیاپن اور اختراع کے امتحانات کو پورا کیا؟

فیصلہ۔

عدالت نے کہا کہ ایمٹنب مسیلٹ (Imatinib Mesylate)کی بنٹا کرسٹل (β- crystallin)شکل اینڈین پیٹنٹ ایکٹ کی شق ۳[ڈی] کی پرکھ میں ناکام رہا۔

اس سوال پر کہ کیا یہ مصنوعاتدفع ۳[ڈی] کے دائرے میں آتا ہے ، عدالت نے کہا کہ کیونکہ یہ مصنوعات ایک معلوم مادہ کی نئی شکل ہے اسلئے دفع ۳[ڈی] کا لاگو ہونا اور اس میں مووجودہ دفعات کو پورا کیا جانا ضروری ہے۔

پیٹنٹ کے معیار جو دفع ۳[ڈی] میں افادیت کے لحاز سے وضع کئے گئے تھے وہ علاج کی افادیت پر تشتمل کئے گئے تھے نہ کہ جسمانی افادیت پر۔ جہا تک علاج کی افادیت کے پرامٹرکو بڈھانے کے لے ان فوائد کو مدنظر رکھا جا سکتا ہے عدالت نے کہا کہ کسی دوا کی علاج کی افادیت کو سختی اور باریکی سے جاچا جانا چاہئے۔

عدالت نے توثیق کی کہ ہندوستان نے فارماسیوٹیکل پیٹنٹ کے معیار کو اپنایا ہے جس کے بعد امریکہ یا یورپی یونین کا معیار ہے۔ ہندوستان میں، پیٹنٹ کے درخواست دہندہ کو نہ صرف یہ ظاہر کرنا چاہیے کہ معلوم کمپاؤنڈ کی ایک نئی شکل پرانی شکل (جسمانی افادیت) سے مختلف ہے، بلکہ یہ کہ اس ترمیم کے نتیجے میں مریض کے علاج (علاج کی افادیت) میں بہتری آئے گی۔ عدالت نے کہا کہ نووارٹیس ایسا کرنے میں ناکام رہی تھی۔

manupatra®

JUSTICE adda

۴۲ للی تھامس
بمقابلہ
یونین اوف انڈیاوگیرہ

MANU/SC/0687/2013

پس منظر۔

عوامی نمائندگی ایکٹ۱۹۵۱(Representation of People's Act) کے سیکشن ۸کی ذیلی دفعہ [۴]کا اعلان کرنے کے لیے دو پی ائی ایل دائر کیے گئے، جس میں سزا یافتہ ایم پیز، ایم ایل اے اور ایم ایل سی کو اپنے عہدوں پر برقرار رہنے کی اجازت دی گئی، بشرطیکہ وہ اپنے جرم/سزا کے خلاف اپیل کریں ٹرائل کورٹ کی طرف سے فیصلے کی تاریخ کے تین ماہ کے اندر, کہ یہ سیکشن ہندوستان کے آئین کی انتہائی خلاف ورزی ہے۔

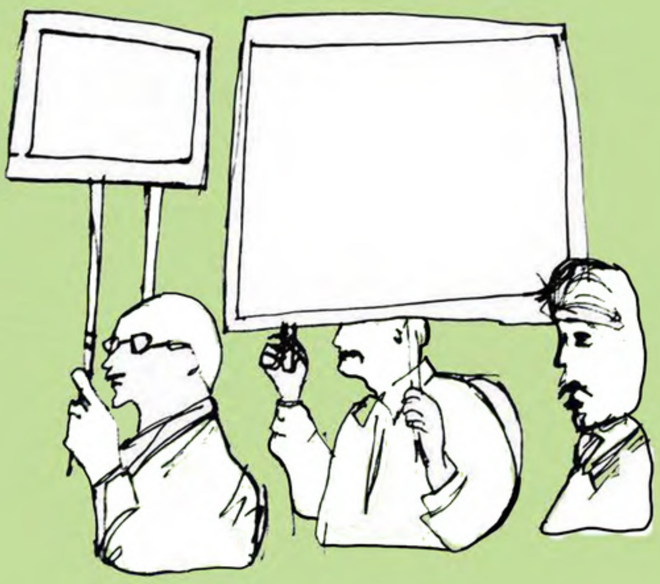

قانونی سوالات۔

کیا پارلیمنٹ کے پاس عوامی نمائندگی ایکٹ۱۹۵۱ کی دفعہ ۸کی ذیلی دفعہ [۴]کو نافذ کرنے کا قانون سازی کا اختیار ہے؟

کیا عوامی نمائندگی ایکٹ ۱۵۹۱کی دفعہ ۸کی ذیلی دفعہ [۴] ہندوستان کے آئین کے خلاف ہے؟

فیصلہ۔

عدالت نے کہا کہ کوئی بھی ممبر پارلیمنٹ، ممبر قانون ساز اسمبلی، یا قانون ساز کونسل کا ممبر جو کسی جرم کا مرتکب ہوا ہو اور اسے کم از کم دو سال قید کی سزا سنائی گئی ہو وہ فوری طور پر ایوان کی رکنیت سے محروم ہو جائے گا۔

اور عوامی نمائندگی ایکٹ ۱۹۵۱ کا سیکشن ۸]۴[ممکنہ طور پر (یعنی فیصلے کی تاریخ سے) پارلیمنٹ کی قانون سازی کی اہلیت سے باہر ہونے کی وجہ سے غیر آئینی طور پر ختم کر دیا گیا.

ہندوستان کا آئین موضوعی ڈومین فراہم کرتا ہے جس میں پارلیمنٹ اور ریاستی لیجلیچر قوانین پاس کرسکتے ہیں۔ آئین ہند کا آرٹیکل ۱۰۲ [۱][ای]اور ۱۹۱ [۱][ای]پارلیمنٹ کو یہ حق دیتا ہے کہ وہ پارلیمنٹ اور ریاستی لیجسلیچر کے منتخب اور 'بیٹھے' اراکین کی نااہلی کے حوالے سے قوانین تیار کرے۔

عدالت نے کہا کہ پارلیمنٹ ایسے حالات کے لیے قوانین فراہم کرنے کی مجاز ہے جہاں آئین کے مطابق ایم پی یا ایم ایل اے کو ایوان کی رکنیت سے نااہل قرار دیا جائے۔

آئین پارلیمنٹ کو ایسا قانون پاس کرنے کا اختیار نہیں دیتا جو نااہلی کو مؤثر طریقے سے روکے اور ایسے نااہل میمبر کو ایم پی یا ایم ایل اے کے طور پر جاری رہنے کی اجازت دے۔

آئین میں کہا گیا ہے کہ ایک بار جب کوئی رکن نااہل ہو جاتا ہے تو ایسے میمبر کی نشست 'اس کے بعد' خالی ہو جاتی ہے۔ ایک بار سزا کی وجہ سے نااہل ہونے کے بعد، آئین کہتا ہے، کہ ایم پی یا ایم ایل اے اسیمبلی کا میمبر نہیں رہے گا۔

تاہم سیکشن ۸[۴]ایسے ایم پی یا ایم ایل اے کو سزا کے بعد بھی ایوان میں رہنے کی اجازت دیتا ہے۔ کیس کے مسئلے پر استدلال کا اطلاق کرتے ہوئے، عدالت نے کہا کہ دفعہ ۸ (۴) 'آئین کے ذریعہ پارلیمنٹ کو دی گئی طاقت سے باہر ہے'

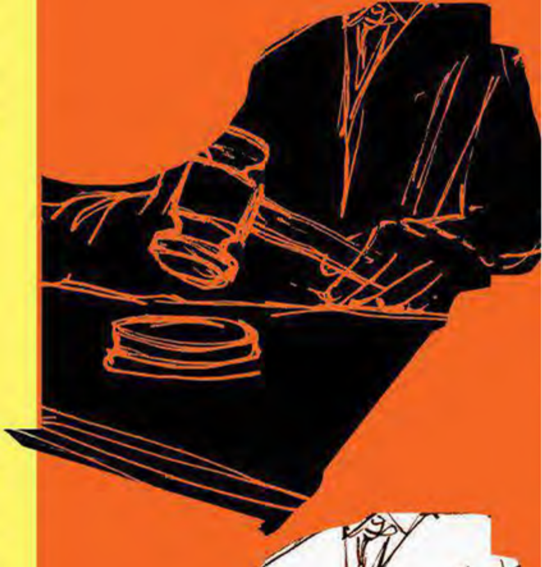

۴۳-ریاست مہاراشڑت و دیگر
بمقابلہ
ہندوستانی ہوٹل اور رستوراں اسوسیشن

MANU/SC/0702/2013

پس منظر۔

یہ فوری کیس سپریم کورٹ کے سامنے ایک اپیل کے طور پر آیا تھا جس میں ہائی کورٹ کے فیصلے کے خلاف مہاراشٹرا حکومت کی طرف سے بارز (Bars) میں رقص پرفورمنس پر ریاست بھر میں پابندی عائد کی گئی تھی۔ پابندی کی نوعیت انتخابی تھی۔ جبکہ بمبئی پولیس ایکٹ ۱۹۵۱کے سیکشن ۱۳۳ے نے "کھانے کے گھر، پرمٹ روم یا بیئر بار میں کسی بھی قسم کے رقص کی ممانعت کی ہے"، سیکشن ۳۳بی تھری سٹار اور اس سے اوپر کے ہوٹلوں اور دیگر 'اعلی' اداروں میں ڈانس پرفارمنس کی اجازت دیتا ہے۔ ریاست نے یہ کہہ کر پابندی کا جواز پیش کیا کہ بار ڈانس اخلاق کو خراب کرتا ہے اور خواتین بار ڈانسرز کے استحصال کا سبب بنتا ہے۔ پابندی کے باعث ۷۵ہزار مزدور بے روزگار ہو گئے۔

قانونی سوالات۔

کیا مہاراشٹر کے بارز میں ڈانس پرفارمنس پر پابندی آئین کے آرٹیکل ۱۴اور ۱۹کی خلاف ورزی کرتے ہوئے غیر آئینی ہے؟

فیصلہ۔

عدالت نے اپنے فیصلے میں کہا کہ یہ پابندی غیر آئینی تھی اور اس نے بمبئی ہائی کورٹ کے اس فیصلے کو برقرار رکھا جس میں کہا گیا تھا کہ رقص پر پابندی آئین کے آرٹیکل ۱۹[۱][جی]کے تحت کسی کے پیشے/پیشہ کو جاری رکھنے کے حق کی خلاف ورزی کرتی ہے اور یہ کہ آرٹیکل کے تحت رقص کی اجازت نہیں دینا بعض اداروں میں اجازت دینا ان کے برابر کے حق کی خلاف ورزی ہے۔

اس میں کہا گیا ہے، "ہمارا عدالتی ضمیر ہمیں یہ فرض کرنے کی اجازت نہیں دے گا کہ ایک فرد یا سامعین جس طبقے سے تعلق رکھتا ہے وہ اپنے ساتھ ایک خاص قسم کی اخلاقیات یا شائستگی ساتھ لاتا ہے۔اور دوسرا طبقہ نہیں ۔ ۱۳۳ے اور ۳۳بی کہ اعلیٰ طبقے کی طرف سے ایک ہی قسم کی تفریح سے لطف اندوز ہونا محض لطف اندوزی کا باعث بنتا ہے اور غریب طبقے کی صورت میں یہ بد اخلاقی، زوال اور پستی کا باعث بنتا ہے۔"
عدالت نے اس بات پر روشنی ڈالی کہ ممانعت کی نوعیت میں پابندیوں کو معقول نہیں کہا جا سکتا کیونکہ اس کے علاوہ کئی کم متبادل دستیاب ہو سکتے ہیں جو خواتین کی حفاظت کو یقینی بنانے کے لیے کافی اور کافی ہو سکتے ہیں۔ عدالت نے اس پابندی کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہا کہ اس کے نتیجے میں بہت سی خواتین کو جسم فروشی پر مجبور ہونا پڑا۔ اس معاملے میں، عدالت نے استدلال کیا کہ یہ علاج بیماری سے بھی بدتر ہے اور آگے بڑھا کہ اگر بار ڈانسر کی حفاظت کے ساتھ ساتھ کام کرنے کے حالات کو برداشت کرنے کے لیے اقدامات کیے جائیں تو یہ زیادہ مناسب ہوگا۔ اس لیے اس کا حل خواتین کی آزادی کو روکنا نہیں بلکہ بااختیار بنانے پر توجہ دینا چاہیے۔

"اس کی وجہ سے پچھتر ہزار سے زائد خواتین ورکرز کی بے روزگاری ہوئی ہے، یہ بات ریکارڈ پر لائی گئی ہے کہ ان میں سے بہت سے اپنے خاندان کی کفالت کے لیے جسم فروشی پر مجبور ہو گئی ہیں۔ ہماری رائے میں، قانون سازی نے یہ ثابت کیا ہے مکمل طور پر مخالف پیداواری ہو اور آرٹیکل ۱۹[۱][جی]تک الٹرا تاروں کو برقرار نہیں رکھا جا سکتا۔"

۴۴شہری ازادی کے لے عوامی اتحاد
اور دوسرے
بمقابلہ
اتحاد ہندوستان اور دوسرے

MANU/SC/0987/2013

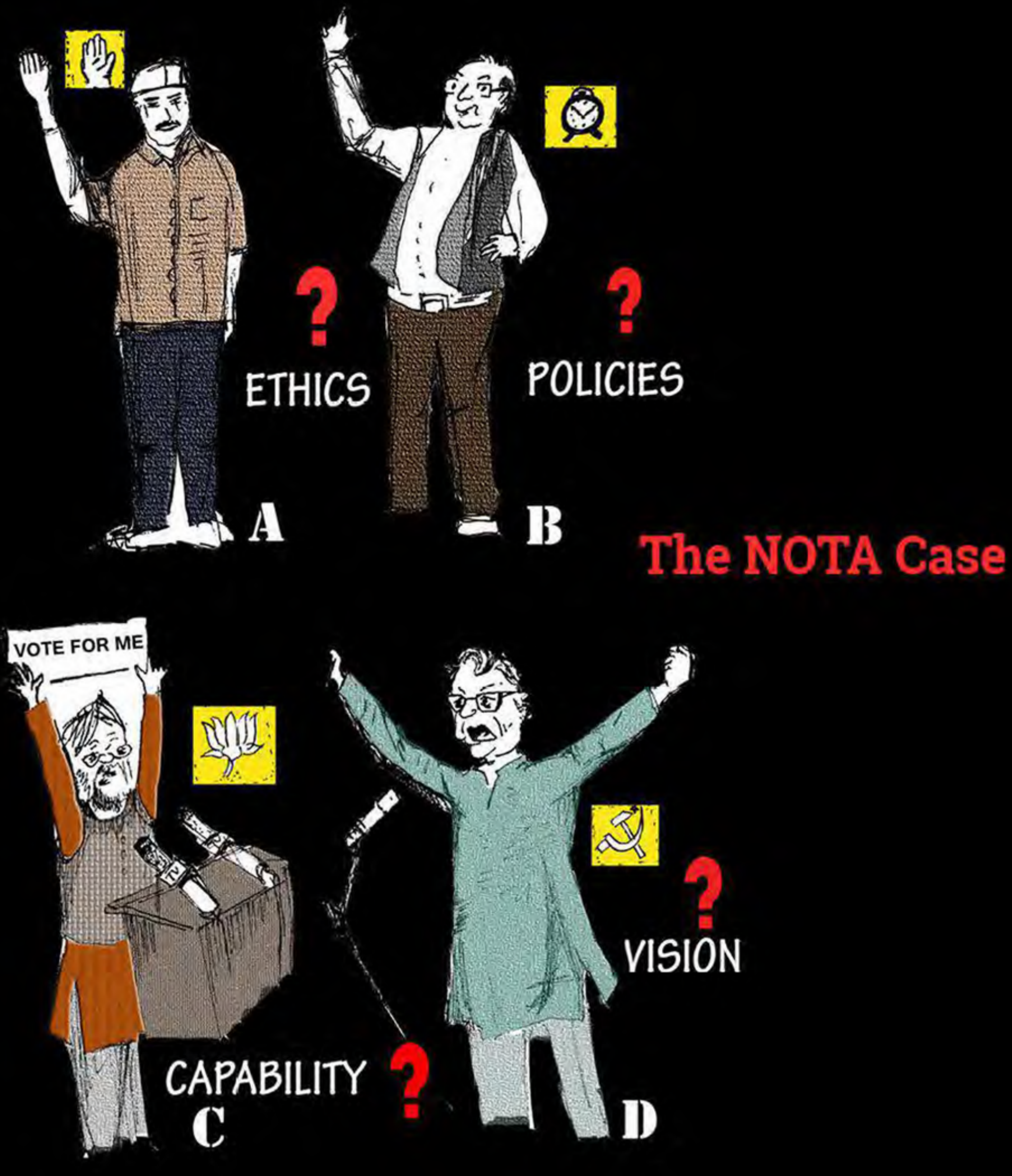

"اس کی وجہ سے پچھتر ہزار سے زائد خواتین ورکرز کی بے روزگاری ہوئی ہے، یہ بات ریکارڈ پر لائی گئی ہے کہ ان میں سے بہت سے اپنے خاندان کی کفالت کے لیے جسم فروشی پر مجبور ہو گئی ہیں۔ ہماری رائے میں، قانون سازی نے یہ ثابت کیا ہے مکمل طور پر مخالف پیداواری ہو اور آرٹیکل ۱۹[۱][جی]تک الٹرا تاروں کو برقرار نہیں رکھا جا سکتا۔"

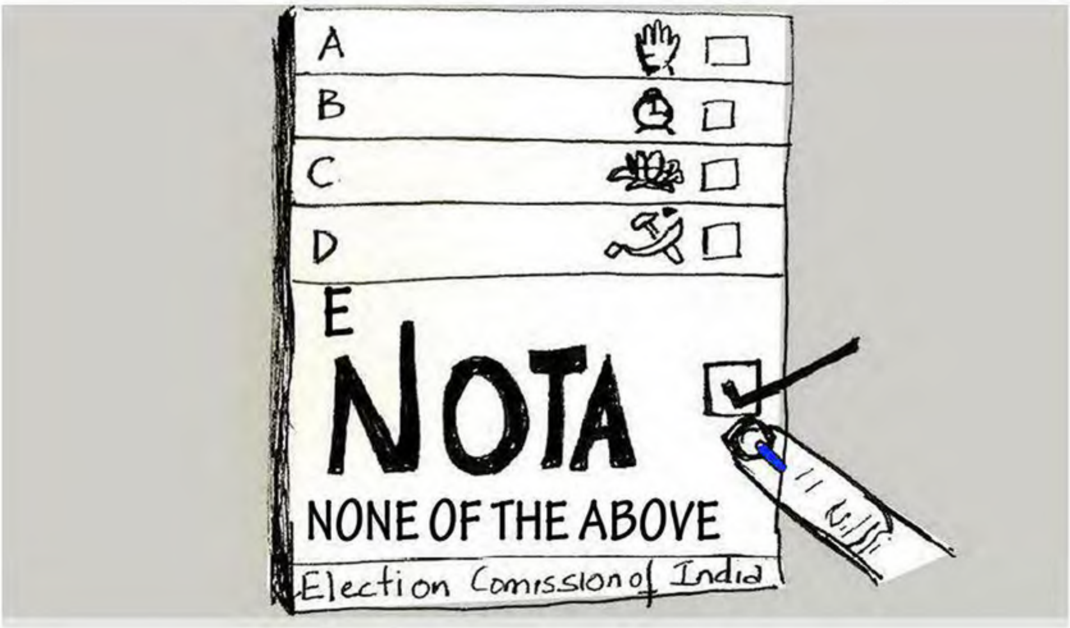

کارٹ نے کہا۔

.....جمہوریت کے رہنے کے لے،یہ ضروری ہے کہ ملک کی مناصب حکم رانی کے بہترین دستیب لوگوں کو عوامی نمائندگی کے لے منتخب کیا جائے۔

....جمہوریت انتخاب کے بارے میں ہے۔اس انتخاب کا بہتراظہار ووٹروں کو پوری طرح زبانی بین کا موقع دے رک کیا جا سکتا ہے۔

....ووٹروں کو یہ حق دینا کی وہ کسی امیدوار کو ووٹ نی دے اسکے ساتھ اس کی رازداری کے حق کو تحفظ جمہوریت بے حد ضروری ہے۔اس طرح کا اختیار ووٹر کو یہ حق دیتا ہے کہ وہ سیاسی پارٹیوں کے امدیدواروں کو اپنی نامنظوری کا اظہار کرے۔

.....سیاسی پارٹیوں کو احساس ہوگا کہ لوگوں کی ایک بڑی تعداد اپنی نا منظوری کا اظہار کر رئی ہے...عوام کی مرضی کو قبول کرنے پر مجبور ہو اور ایسے امیدواروں کو کھڑا کرے جو اپنی دیانت داری کے لے مشہور ہو۔

۴۵-ابھے سنگھ
بمقابلہ
ریاست اتر پردیش اور دوسرے

MANU/SC/1256/2013

پس منظر۔

کیا سرکاری ملازمین یا عوامی عہدوں پر فائز لوگوں کی طرف سے اختیارات کی نشانیوں اور علامتوں کا استعمال ۔سرخ لال بتی یا قافلہ ۔ ہمارے آئین کے اخلاق کے خلاف ہے؟

سرخ بتیاں طاقت کی علامات ہے اور سخت امتیاز ان لوگوں کے درمیان جن کو اسے استعمال کرنے کی اجازت ہے اور جن کو نہیں۔

لال بتی والی گاڑیاں استعمال کرنے والے لوگوں کی بڑی تعداد ملک کے قانون کا کوئی احترام نہیں کرتے اور عام شہریوں سے توہین سے پیش آتے ہیں۔

“حکومت کے مختلف شعبوں میں ہمارے سرکاری ملازمین کو حکمرانوں کی حیثیت سے اپنا کردار ادا کرنا ہوگا اورعوام کا سچا خادم بننا ہوگا کہ ان کے ساتھ رہنے والے تمام ملک میں ازاد ہے۔”

- ڈاکٹر راجندر پرساد

فیصلہ۔

فیصلے میں دیگر شہریوں کے وقار کو مجروح کرنے والے والی اندازمیں سرخ بتی کے استعمال سے منا کیا۔سرخ بتی کا استعمال کسی دوسرے فرد پرطاقت یا برتری کے لے نہیں کیا جا سکتا۔عدالت نے اس بات پر زور دیا کہ یہ کس طرح ایک استحقاق ہے جو سرف ڈیوٹی پر رہتے ہوئے استعمال کیا جائے اور یہ کسی کے ساتھ ملتا ہے۔

مزید، عدالت نے کہا کہ اپریشن اجینسیوں جن کو سڑکوں پر بنا روک ٹوک رسائی کی ضرورت ہوتی ہے ۔امبولینس خدمات، آگ کی خدمات ، ایمرجنسی دیکھ بھال ، پولس گاڑیاں دیگر سرکاری گاڑیوں سے ممتاز کرنے کے لے مختلف رنگوں کی لائٹ استعمال کرے ۔ایسا اسلئے کیا جائے تاکہ اس شہریوں کے لے فوری خدمات کو یقینی بنایا جاسکے جن کی سخت ضرورت ہے۔

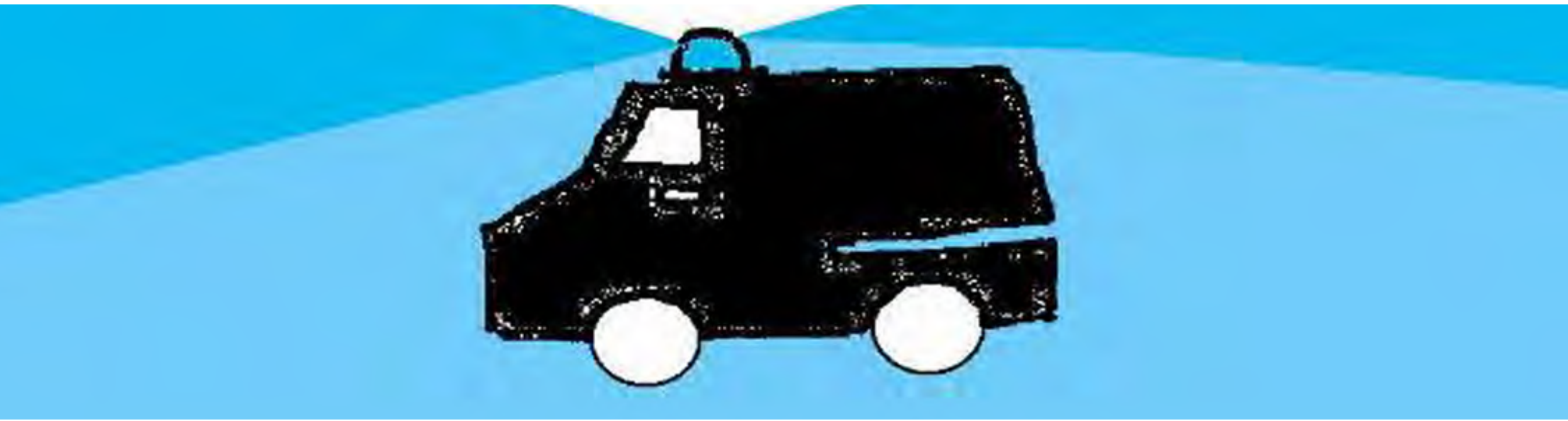

۴۶-شتروگن چوہان اور دیگر
بمقابلہ
یونین اوف انڈیا

MANU/SC/0043/2014
2014/INSC/46

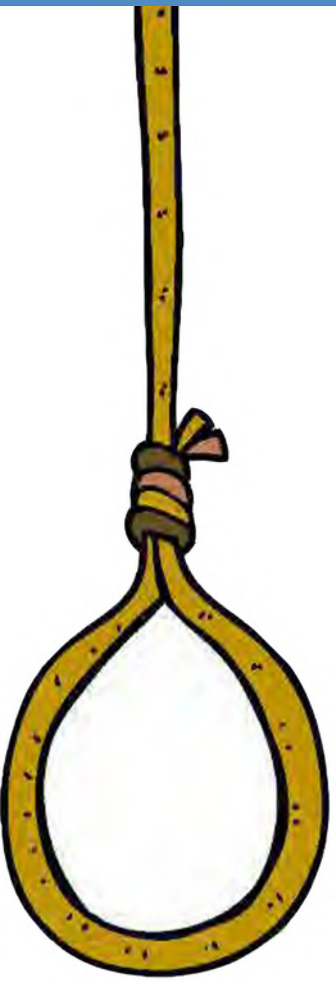

پس منظر-

یہ رٹ پٹیشن ہندوستان کے سپریم کورٹ کے سامنے ان لوگو ں کی طرف سے دائر کی گئی جنہیں مجرم قرار دیا گیا تھا اور موت کی سزا سنائی گئی تھی اور انکی رحم کی درخواست گورنر اور صدر ہند کی طرف سے مسترد کی گئی تھی-

عدالت کے سامنے سوال-

کیا صدر ہند کی طرف سے رحم کی درخوات مسترد ہونے کے بعد سزائے موت پر عمل درآمدغیر آئینی ہے اورکیا ایسے سزائے موت کو عمر قید میں تبدیل کیا جا سکتا ہے؟

فیصلہ-

عدالت نے رحم کی درخواست کی کاروائی پر بحث شروع کی- سب سے پہلے سپریم کورٹ نے موت کی سزا کی تصدیق کی- عدالتی عمل مکمل ہونے کے بعد اس کے خلاف عمل درآمد کارروائی لایا گیا-سزا یافتہ شخص آئین کے آرٹکل ١٦١ کے تحت گورنر کو رحم کی درخوات بھیج سکتا ہے-اگر گورنر اسے مسترد کردے تو آئین کے آرٹکل ٧٢ کے تحت صدر کو ایک اور درخواست دی جا سکتی ہے-

عدالت نے ان حالات کا تفصیلی جائزا لیا جن کے تحت سزائے موت کو قید میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔وہ ہیں:

- . تاخیر
- . جنون
- . قید تنہائی(solitary confinement)
- . لاپرواہی کے ذریعہ فیصلہ کے علان
- . طریقہ کار کی خرابی (procedural lapse)

تاخیر: عدالت نے کہا کی رحم کی درخواست پر حکومت کے فیصلہ کرنے میں تاخیر کی بنیاد پر سزائے موت پانے والے قیدی کی سزا کو عمر قید میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔
اس نے کہا:
‘‘صدر کی طرف سے کئی سالوں تک رحم کی درخواست پر غور کرتے ہوئے مجرم کو شبہ میں رکھنا یقیناً اس کے لئے اذیت ہے۔ یہ سزائے موت کے تحت مجرم پرمنفی جسمانی حالات اور نفسیاتی دباو پیدا کرتا ہے۔بلاشبہ ، یہ عدالت آئین کے آرٹکل ۲۱ کےساتھ ۳۲ کو دیکھتے ہوئے صدر کی طرف سے معافی کی درخواست کو مسترد کرنے پر غور کرتے ہوئے صرف جرم کی سنگینی کی بنیاد پر مجرم کو ہونے والے اذیت ناک تاخیر کو معاف نہیں کر سکتی۔’’

جنون: مقدمات کے اس زمرے میں دو مجرم قیدیوں نے اس بنیاد پر موت کی سزا کو عمر قید میں تبدیل کرنے کی درخواست کی کہ رحم کی دوخواست کے سلسلے میں غیر ارادی طور پر طویل تاخیر کی وجہ سے دائمی نفسیاتی بیماری شروع ہو گئی اور اس کے پیش نظر سزائے موت پر عمل درامد غیر انسانی اور انسانی حقوق کی قائم کردہ اصولوں کے خلاف ہے۔

عدالت نے کہا کہ جنون کی حالت عدالت کی لے غور کرنے متعلقہ عنصر ہے۔
قید تنہائی: درخواست گزاروں میں سے کچھ نے کہا کہ انہیں سزائے موت کے نفاذ کی تاریخ سے قید تنہائی میں رکھا گیا ہے۔عدالت نے کہا کہ یہ غیر آئینی ہے اور جیلوں میں اس کی اجازت نہیں ہونی چاہئے۔

لاپرواہی کے ذریعہ فیصلہ کے اعلان: اس بنیاد پر عدالت نے اپنے سابقہ فیصلوں کا جائزہ لیا اور کوئی بھی فیصلہ غلط نہیں پایا۔

طریقہ کار کی خرابی judgment declared per incuriam.:

درخواست گزاروں کا دعویٰ تھا کہ ان مقموں میں رحم کی درخواستوں کو نمٹانے کے لے طے شدہ طریقہ کار پر عمل نہیں کیا گیا اور مقررہ قواعد پر عمل کرنے سے ملزموں اور ان کے خاندان کے ساتھ شدید ناانصافی ہوئی ہے۔

عدالت نے کہا کہ سزائے موت کے مجرموں کے ساتھ بھی آئین کے آرٹکل ۱۲ کی روشنی میں منصفانہ سلوک کیا جانا چائے۔

‘‘یہ اچھی طرح سے قائم ہے کہ آرٹکل ۱٦۱؟۲۷ کے تحت صدر یا گورنر کی طرف سے طاقت کا استعمال ایک آئینی ذمہ داری ہےناکہ محض استحقاق۔ عہدے کی اعلیٰ حیثیت کو دھیان میں رکھتے ہوئے،آئین سازوں نے مذکورہ آرٹکلوں کے تحت رحم کی درخواست کو نمٹانے کے لے کوئی بیرونی وقت کی حس مقرر نہیں کی جس کا مطلب ہے کہ مناسب وقت میں اس کا فیصلہ کیا جانا چائیے۔ تاہم ،جب رحم کی درخواست کو نمٹانے میں ہونے والی تاخیر کو غیر معقول ، غیر عضاحتی اور حد سے زیادہ دیکھاجائے تویہ عدالت کا فرض ہے کہ وہ اس پہلو پر جائے اور غور کرے۔رحم طلب کرنے کا حق آئین کے آرٹکل ۱۶۱؟۲۷ کے تحت ایک آئینی حق ہے نہ کہ عامل کی صوابدید یا خواہش پر ۔ ہر آئینی فرض کو احتیاط اورتندہی کے ساتھ پورا کیا جانا چائے ورنہ اپنی اقدار کو قائم رکھنے کے لے عدالتی مداخلت آئین کا حکم ہے۔’’

فیصلے میں تاخیر کی وجہ سے۱۵ مجرموں کی سزائے موت کو عمر قید میں تبدیل کر دیا گیا۔

۴۷-نیشنل لیگل سروسز اتھارٹی
بمقابلہ
یونین آف انڈیا

MANU/SC/0309/2014
2014/INSC/275

تیسری جنس کون ہے؟

ٹرانس جینڈر ایک (umbrella Term) ہے جو ان افراد کی وضاحت کے لیے استعمال ہوتی ہے جن کی صنفی شناخت، صنفی اظہار یا طرز عمل ان کی حیاتیاتی جنس کے مطابق نہیں ہے۔ ہندوستان میں وکلاء انہیں 'تیسری جنس' کہتے ہیں۔

اس صنف کی قانونی شناخت کیوں ضروری ہے؟

جنس قانونی دائرے میں ایک اہم مسئلہ ہے کیونکہ یہ شادی، گود لینے، وراثت، جانشینی، ٹیکسیشن اور فلاح و بہبود کے حوالے سے حقوق کا تعین کرتا ہے۔ ہندوستان میں پہلے سے موجود قانون صرف مرد اور عورت کی بائنری جنسوں کو تسلیم کرتا تھا۔ خواجہ سراؤں کے حقوق کے تحفظ کے لیے قانون سازی کی کمی کی وجہ سے اس کمیونٹی کو زندگی کے مختلف شعبوں میں امتیازی سلوک کا سامنا ہے۔ اس کیس نے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی کہ خواجہ سراؤں (transgender) کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے قانونی اقدامات کا فقدان آئین کے اصولوں کے خلاف ہے۔

آرٹیکل 14 - ریاست کسی بھی شخص کو قانون کے سامنے مساوات یا ہندوستان کی سرزمین کے اندر قوانین کے مساوی تحفظ سے انکار نہیں کرے گی۔

"کسی بھی شخص" کو عطا کردہ حق کے طور پر۔ آرٹیکل 14 مرد، خواتین اور ٹرانس جینڈر لوگوں تک یکساں طور پر پھیلا ہوا ہے۔ لہذا، خواجہ سراؤں (transgender) کو تمام شعبوں میں قانون کے مساوی قانونی تحفظ کا حق حاصل ہے، بشمول ملازمت، صحت کی دیکھ بھال، تعلیم اور شہری حقوق۔ جنسی رجحان اور صنفی شناخت کی بنیاد پر امتیاز قانون کے سامنے مساوات اور قانون کے مساوی تحفظ کو نقصان پہنچاتا ہے۔

آرٹیکل 15 مذہب، نسل، ذات، جنس یا جائے پیدائش کی بنیاد پر امتیازی سلوک کی ممانعت۔ آرٹیکل 16 عوامی ملازمت کے معاملات میں مواقع کا روزگار۔

عوامی ملازمت کے معاملات میں مواقع کا روزگار۔ "جنس" کے حوالہ کو صنفی تعصب اور صنفی بنیاد پر امتیازی سلوک کی ممانعت کے طور پر سمجھا جانا ہے بشمول امتیازی سلوک اور ٹرانسجینڈر لوگوں کے ساتھ امتیازی سلوک۔

آرٹیکل 19(1)(a) - تمام شہریوں کو اظہار رائے کی آزادی کا حق حاصل ہوگا۔

چونکہ صنفی شناخت کسی کی ذاتی شناخت کا مرکز ہے، لہٰذا الفاظ، لباس کے عمل یا رویے کے ذریعے اپنی صنفی شناخت کا اظہار آزادی اظہار کے حق میں شامل ہے۔

آرٹیکل 21 - زندگی اور ذاتی آزادی کا تحفظ کسی بھی

اپنی صنفی شناخت کا انتخاب کرنے کا حق عزت کے ساتھ زندگی گزارنے کے حق کے لیے لازمی ہے اور اس لیے زندگی کے حق کے دائرہ کار میں آتا ہے۔

فیصلہ

"لہٰذا، ہم یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ جنسی رجحان یا صنفی شناخت کی بنیاد پر امتیازی سلوک میں کوئی بھی امتیاز، اخراج، پابندی یا ترجیح شامل ہے، جس کا اثر قانون کے ذریعے مساوات یا ہمارے آئین کے تحت فراہم کردہ قوانین کے مساوی تحفظ کو منسوخ کرنے یا منتقل کرنے کا ہے۔"

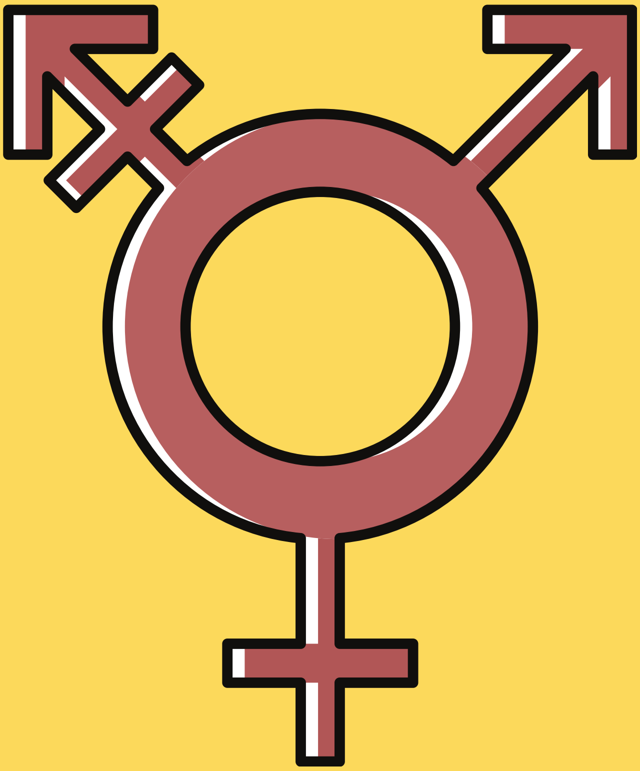

۴۸-کامن کاز
بمقابلہ
یونین آف انڈیا

MANU/SC/0604/2015

2015/INSC/404

"عوامی طور پر فنڈز سے چلنے
والی، سیاسی طور پر حوصلہ
افزائی کی اشتہاری مہموں کے
خلاف"

آئین ہند کے آرٹیکل 32 کے تحت مفاد عامہ میں رٹ پٹیشن دائر کی گئی تھی، جس میں یونین اور ریاستی حکومتوں کو اپنی سیاسی حوصلہ افزائی کی اشتہاری مہموں کو فنڈ دینے کے لیے عوامی پیسہ استعمال کرنے سے روکنے کی کوشش کی گئی تھی۔ اس بات پر زور دیا گیا کہ سرکاری حکام کی طرف سے اشتہارات کے لیے عوامی فنڈز کا استعمال مخصوص شخصیات، جماعتوں کو بغیر کسی عوامی مفاد کے پیش کرنے کے لیے آئین ہند کے آرٹیکل 14 اور آرٹیکل 21 کی خلاف ورزی کے مترادف ہے۔

درخواست گزار نے متواتر حکومتوں کے ذریعہ عوامی پیسے کے مزید غلط استعمال کو روکنے کے لئے مخصوص رہنما خطوط کے ساتھ مینڈیمس کی رٹ (writ of mandamus) کی درخواست ہے۔

فیصلہ۔

سرکاری اشتہارات کے مواد کو ریگولیٹ کرنے کے لیے کوئی پالیسی موجود نہیں ہے اور ڈائریکٹوریٹ آف ایڈورٹائزنگ اینڈ ویژول پبلسٹی (DAVP) کی طرف سے جاری کردہ رہنما خطوط اس کے لیے عوامی فنڈز کے غلط استعمال کو روکنے کے لیے زیر بحث موضوع کا احاطہ نہیں کرتے ہیں۔ عدالت نے کہا کہ جب بھی حکومت غیر معقول اور عوامی مفاد کے خلاف کام کرتی ہے تو اسے مداخلت کرنے کا حق حاصل ہے۔

عدالت کا خیال ہے کہ اشتہارات حکومتوں کے لیے دستیاب ایک بہت مفید ٹول ہے۔ تاہم، اس کا غلط استعمال نہیں ہونا چاہئے۔ جس لمحے اسے اہم معلومات عوام تک پہنچانے کے بجائے سیاسی فائدہ حاصل کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، اس کا سارا مقصد ہی مایوس ہو جاتا ہے۔

درخواست میں اٹھائے گئے معاملے پر قانون سازی کی عدم موجودگی: عدالت نے عوامی حوصلہ افزائی کی اشتہاری مہموں کو یقینی بنانے کے لیے رہنما

خطوط وضع کرنے کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی۔

اشتہارات کے مواد کو منظم کرنے کے 5 اصول:

- اشتہاری مہمات کا تعلق حکومتی ذمہ داریوں سے ہونا چاہیے۔
- مواد کو معروضی، منصفانہ اور قابل رسائی انداز میں پیش کیا جانا چاہیے اور مہم کے مقاصد کو پورا کرنے کے لیے ڈیزائن کیا جانا چاہیے۔
- کسی پارٹی کے سیاسی مفادات کو فروغ دینے کے لیے نہیں ہے۔
- مہمات کو معقول اور مؤثر طریقے سے چلایا جانا چاہیے۔
- اشتہارات کو قانونی تقاضوں اور مالیاتی ضوابط اور طریقہ کار کے مطابق ہونا چاہیے۔

۴۹-شریا سنگھل
بمقابلہ
یونین آف انڈیا

MANU/SC/0329/2015
2015/INSC/257

پس منظر۔

ایک سیاستدان کی موت کے بعد ممبئی شہر کو بند کرنے کے درست ہونے کے حوالے سے فیس بک پر مبینہ طور پر توہین آمیز تبصرے پوسٹ کرنے پر پولیس نے دو خواتین کو گرفتار کر لیا۔ گرفتاریاں انفارمیشن ٹیکنالوجی ایکٹ 200 (ITA) کے سیکشن 66A کے تحت کی گئی ہیں، جو ان افراد کو سزا دیتا ہے جو کمپیوٹر کے وسائل یا کمیونیکیشن ڈیوائس کے ذریعے کوئی بھی ایسی معلومات بھیجتے ہیں جو انتہائی جارحانہ ہو، یا اس کے جھوٹے ہونے کے علم کے ساتھ۔ منتقل کی جانے والی معلومات کا مقصد جھنجھلاہٹ، تکلیف، خطرہ، توہین، چوٹ، نفرت یا بری خواہش پیدا کرنا ہے۔

اس کے بعد خواتین نے ایک پٹیشن دائر کی، جس میں دفعہ 66A کے آئینی جواز کو اس بنیاد پر چیلنج کیا گیا کہ یہ آزادی اظہار کے حق کی خلاف ورزی کرتی ہے۔

قانون کے سوالات۔

کیا آئی ٹی ایکٹ، 2000 کی دفعہ 66A آئین ہند کے آرٹیکل 19(1)(a) کے تحت اظہار رائے کی آزادی کی خلاف ورزی کرتی ہے اور اس لیے یہ غیر آئینی ہے؟

فیصلہ۔

عدالت نے کہا کہ سیکشن 66A ایک شہری کے آزادی اظہار اور اظہار رائے کے حق کو روکتا ہے اور آرٹیکل 19(1)(1) کے تحت بنیادی حق کو سمجھنے کے لیے ضروری تین تصورات پر بحث کرنا ضروری ہے۔

"تین تصورات ہیں جو انسانی حقوق کو سمجھنے میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ پہلا "بحث" (discussion) ہے، دوسرا وکالت ہے، اور تیسرا اکسانا ہے۔ آرٹیکل 19(1)(a) کے مرکز میں محض بحث(discussion) یا حتیٰ کہ کسی خاص وجہ کی وکالت، خواہ وہ غیر مقبول ہو۔ یہ تب ہی ہوتا ہے جب اس طرح کی بحث یا وکالت اشتعال انگیزی کی سطح تک پہنچ جاتی ہے کہ آرٹیکل 19(2) کا آغاز ہوتا ہے۔ یہ اس مرحلے پر ہے کہ ایسی تقریر یا اظہار کو روکنے کے لیے ایک قانون بنایا جا سکتا ہے جو بے جا طور پر عوامی انتشار کی طرف لے جاتا ہے یا اس کا سبب بنتا ہے یا ہندوستان کی خودمختاری اور سالمیت، ریاست کی سلامتی اور دوستانہ تعلقات کو متاثر کرتا ہے۔ غیر ملکی ریاستیں وغیرہ۔“

سیکشن (right To Information) اس نے کہا کہ عوام کا جاننے کا حق سے براہ راست متاثر ہوتا ہے۔ 66A

دفعہ 66A آرٹیکل 19(2) میں شامل آٹھ مضامین میں سے کسی کے ذریعہ صحیح معنوں میں محفوظ نہیں ہے۔ جھنجھلاہٹ، تکلیف، خطرہ، رکاوٹ، توہین، چوٹ، مجرمانہ دھمکی، دشمنی، نفرت یا بیماری کا سبب آرٹیکل 19(2) کے دائرہ سے باہر ہوگا جو آرٹیکل 19(1) کے ذریعے دیے گئے حق پر معقول پابندیوں کے بارے میں بات کرتا ہے۔

عدالت نے اس بات پر بحث کی کہ کس طرح غیر قانونی قانون کا آئین ہند کے آرٹیکل 19(2) میں درج ذیل چار موضوعات کے ساتھ کوئی قریبی تعلق نہیں ہے:

۱۔پبلک آرڈر

عدالت نے کہا کہ دفعہ 66A کا پبلک آرڈر پر کوئی اثر نہیں ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ اس جرم میں اشتعال انگیزی کا کوئی عنصر نہیں ہے اور یہ عوامی تحفظ یا سکون کے لیے فوری خطرہ نہیں ہے اور اس طرح آزادی اظہار کے حق پر معقول پابندی کی بنیاد کے طور پر امن عامہ سے اس کا کوئی قریبی تعلق نہیں ہے۔

۲۔ بدنامی defamation

عدالت نے یہ بھی کہا کہ دفعہ 66A کا تعلق ساکھ یا ساکھ کو مجروح کرنے سے نہیں ہے، جو ہتک عزت کا بنیادی جزو ہے۔ اس طرح واضح کرتے ہوئے کہ سیکشن کا مقصد ہرگز ہتک آمیز بیانات نہیں ہے۔

۳۔ کسی جرم پر اکسانا

عدالت نے کہا کہ دفعہ 66A کا جرم کے لیے اکسانے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔
"انٹرنیٹ پر پھیلائی جانے والی معلومات کو ایسی معلومات کی ضرورت نہیں ہے جو کسی کو بھی " اکساتی" ہو۔ تحریری الفاظ بھیجے جا سکتے ہیں جو خالصتاً "بحث" یا "خاص نقطہ نظر" کی "وکالت" کے دائرے میں ہو سکتے ہیں۔ مزید برآں، محض جھنجھلاہٹ، تکلیف، خطرہ وغیرہ کا سبب بننا، یا انتہائی جارحانہ ہونا یا رقص کرنے والے کردار کا ہونا تعزیرات کوڈ کے تحت جرم نہیں ہے۔ وہ پینل کوڈ کے تحت بعض جرائم کے اجزاء ہو سکتے ہیں لیکن اپنے آپ میں جرم نہیں ہیں۔ ان وجوہات کی بنا پر، دفعہ 66A کا "جرم پر اکسانے" سے کوئی تعلق نہیں ہے

۔ شرافت یا اخلاقیات decency or morality

عدالت نے ایک بار پھر کہا کہ دفعہ 66A کسی بھی طرح سے ایسا جرم نہیں بناتا، جو "شرافت" decency یا "اخلاقیات" morality کے اظہار میں آتا ہے۔

دفعہ 66A کو بھی اس کی مبہم ہونے کی وجہ سے غیر آئینی قرار دے کر ختم کر دیا گیا۔ عدالت نے سیکشن میں استعمال ہونے والے تاثرات کو اوپن اینڈڈ اور غیر متعینہ پایا۔ یہ کہا :

"استعمال شدہ ہر لفظ معنی کے لحاظ سے مبہم ہے۔ جو چیز کسی کے لیے ناگوار ہو وہ دوسرے کے لیے ناگوار نہ ہو۔ جو چیز کسی کے لیے پریشانی یا تکلیف کا سبب بن سکتی ہے وہ دوسرے کے لیے پریشانی یا تکلیف کا باعث نہیں بن سکتی ہو ۔ یہاں تک کہ "مسلسل" اظہار بھی بالکل غلط ہے۔ فرض کریں کہ کوئی پیغام تین بار بھیجا جائے تو کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسے

"مسلسل" بھیجا گیا تھا؟ کیا ایک پیغام کو کم از کم آٹھ بار بھیجنا ضروری ہے، اس سے پہلے کہ یہ کہا جاسکے کہ ایسا پیغام "مسلسل" بھیجا گیا ہے؟ ان میں سے کسی بھی اظہار کے ذریعہ کوئی حد بندی لائن نہیں دی گئی ہے - اور یہی چیز اس دفعہ کو غیر آئینی طور پر مبہم بناتی ہے۔"

عدالت نے تسلیم کیا کہ سیکشن 66A کا اظہار رائے اور اظہار کی آزادی پر ٹھنڈا اثر پڑا ہے۔ سیکشن میں استعمال ہونے والی اصطلاحات انٹرنیٹ کے ذریعے پھیلائی جانے والی ہر قسم کی معلومات کو عملی طور پر جرم بناتی ہیں۔

"وہ معلومات جو انتہائی ناگوار ہو سکتی ہیں یا جو جھنجھلاہٹ یا تکلیف کا باعث بنتی ہیں وہ غیر متعینہ اصطلاحات ہیں جو محفوظ اور معصوم تقریر کی ایک بہت بڑی مقدار کو نیٹ میں لے جاتی ہیں۔ کوئی شخص انٹرنیٹ پر پھیلائی گئی تحریری معلومات کے ذریعے بحث کر سکتا ہے یا اس کی وکالت بھی کر سکتا ہے جو کہ حکومتی، ادبی، سائنسی یا دیگر معاملات سے متعلق ایک نقطہ نظر یا نقطہ نظر ہو سکتا ہے جو معاشرے کے بعض طبقوں کے لیے ناگوار ہو سکتا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ کسی بھی معاملے پر کسی نقطہ نظر کا اظہار جھنجھلاہٹ، تکلیف کا باعث بن سکتا ہے یا بعض کے لیے سخت ناگوار ہو سکتا ہے۔ چند مثالیں کافی ہوں گی۔ کسی خاص کمیونٹی کا ایک خاص طبقہ انٹرنیٹ پر ہونے والی بات چیت سے "لبرل خیالات" کے ذریعے سخت ناراض یا ناراض ہو سکتا ہے - جیسا کہ خواتین کی آزادی یا ذات پات کے نظام کا خاتمہ یا پھر غیر متفرق مذہب کے بعض ارکان کو اجازت دی جانی چاہیے۔ ان لوگوں کو اپنے دائرے میں لائیں جو دوسری صورت میں تہہ سے باہر ہیں۔ ان چیزوں میں سے ہر ایک خاص کمیونٹی کے بڑے طبقوں کے لیے انتہائی جارحانہ، پریشان کن، تکلیف دہ، توہین آمیز یا نقصان دہ ہو سکتا ہے اور سیکشن 66A کے ذریعے نیٹ کاسٹ میں آتا ہے۔ درحقیقت، دفعہ 66A کو اس قدر وسیع پیمانے پر ڈالا گیا ہے کہ عملی طور پر کسی بھی موضوع پر کوئی بھی رائے اس کے دائرے میں آجائے گی، کیونکہ کوئی بھی سنجیدہ رائے جو اس دن کے معمولات سے اختلاف رکھتی ہے، اس کے جال میں پھنس جائے گی۔

۵۰۔سپریم کورٹ ایڈوکیٹ اون ریکارڈ
بمقابلہ
یونین آف انڈیا

MANU/SC/1183/2015
2015/INSC/787

پس منظر۔

قومی عدالتی تقرری کمیشن (NJAC) اور آئینی (121 ویں ترمیم) بل، 2014، جو NJAC کو قائم کرتا ہے، اگست 2014 میں لوک سبھا میں پیش کیا گیا تھا۔ پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں نے اس بل کو پیش کرنے کے 3 دن کے اندر پاس کیا اور یہ جنوری 2015 میں قانون بن گیا جب صدر نے بل کو اپنی منظوری دے دی۔ NJAC کو اعلیٰ عدلیہ میں ججوں کی تقرری کے دو دہائیوں پرانے کالجیم نظام کو تبدیل کرنا تھا۔ تاہم NJAC ایکٹ کو سپریم کورٹ میں چیلنج کیا گیا تھا۔

قانون کے سوالات۔

کیا NJAC ایکٹ غیر آئینی تھا؟

فیصلہ۔

ایک اجتماعی حکم میں، 2015 میں، سپریم کورٹ کے آئینی بنچ نے NJAC ایکٹ کو 4:1 کی اکثریت سے ختم کردیا تھا، اس بنیاد پر کہ یہ غیر آئینی تھا۔ عدالت نے ایکٹ کے ساتھ درج ذیل تضادات کو اٹھایا:

- عدالت نے کہا کہ صدر کے رول پر وضاحت کی کمی ہے۔ اور چونکہ نئے مجوزہ نظام میں صدر کا فیصلہ دو نامور افراد کی رائے سے مشروط ہے، جن میں سے کوئی بھی آئینی طور پر جوابدہ نہیں ہے، اس لیے اس کے صوابدیدی اختیارات میں کمی آئے گی۔ اس میں کہا گیا ہے کہ NJAC ایکٹ نے آئین کے آرٹیکل 124(2) میں سنگین اور غیر آئینی مداخلت کی ہے جو صدر کو چیف جسٹس اور دیگر ججوں سے مشاورت کے بعد سپریم کورٹ میں ججوں کی تقرری کا اختیار دیتا ہے۔

- چیف جسٹس آف انڈیا اور عدلیہ کے کردار کے بارے میں، اس نے کہا کہ 99ویں ترمیمی ایکٹ نے چیف جسٹس آف انڈیا، عدلیہ کے سربراہ کو NJAC کے چھ اراکین میں سے محض ایک کر دیا ہے۔ ہو: اس سے روایتی تاریخی اور جائز آئینی اہمیت اور اختیار کا مطالبہ کرنا اور آئین ساز اسمبلی اور آئین کے ذریعہ طے شدہ تقرری کے عمل کو کافی حد تک متزلزل کرنا۔

عدالت نے کہا کہ اس طرح کی ترمیم نے آئین کے بنیادی ڈھانچے میں ترمیم کرنے کی کوشش کی جس سے ججوں کی تقرری کی پوری اسکیم کو ختم کیا گیا جیسا کہ آئین ساز اسمبلی نے وضع کیا تھا۔

- دو نامور شخصیات کے کردار اور ویٹو کی طاقت پر انہوں نے کہا کہ، "ججوں کی تقرری کے معاملے میں زندگی کے تمام شعبوں سے تعلق رکھنے والے نامور افراد سے مشاورت پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا، لیکن یہ کہ یہ نامور افراد کسی ایسے فیصلے کو ویٹو کر سکتے ہیں جو متفقہ طور پر لیا گیا ہو یا دوسری صورت میں چیف جسٹس آف انڈیا (دوسروں کی مشاورت سے)۔

ججز اور ممکنہ طور پر دیگر نامور افراد) کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا - یہ NJAC کے نامور افراد کو عملی طور پر ایک بادشاہی طاقت عطا کرتا ہے، ایسی طاقت جو بغیر کسی جوابدہی کے"۔

- وزیر قانون کے کردار کے بارے میں کہا گیا کہ اس کی شمولیت غیر نتیجہ خیز ہے- جو عدلیہ کی آزادی کی جدوجہد کے اناج کے خلاف ہے اور ایگزیکٹو کو خارج کر دیا گیا ہے۔
- شفافیت پر، اس نے کہا، "شفافیت اور رازداری کے درمیان توازن بہت نازک ہے اور اگر کسی خاص شخص کے بارے میں کچھ حساس معلومات کو عام کیا جاتا ہے، تو یہ اس کی ساکھ اور وقار پر دور رس اثرات مرتب کر سکتا ہے- 99ویں آئینی ترمیمی ایکٹ اور NJAC ایکٹ نے کسی فرد کی رازداری کے خدشات کو نوٹ نہیں کیا ہے۔
- آخر میں، عدالت نے ترمیم کو غیر آئینی قرار دیتے ہوئے کہا کہ اس سے عدلیہ کی آزادی اور ججوں کی تقرری کے معاملے کی خلاف ورزی ہوئی، جو عدلیہ کی آزادی کا بنیادی اور اٹوٹ حصہ ہے۔

اس فیصلے کے نتیجے میں کالجیم نظام کو بحال کیا گیا۔